www.paksociety.com

آتشِ بغاوت

ایچ اقبال

ہر طرف رواں دواں ظلمتوں کے کارواں
حادثے قدم قدم راستے دھواں دھواں
مشعلیں بجھا گئیں روز و شب کی آندھیاں
پھر بھی اے مسافرو تم رہو رواں دواں

صلاحیت بالکل آگ کی طرح ہوتی ہے... آگ اگر بے وقوفوں کے ہاتھ لگ جائے تو اردگرد کی ہر چیز کو جلا کر راکھ کر سکتی ہے... یہ ذہانت ہی ہے جو اسے قابو میں رکھتی ہے... اور آگ ہی کیوں... ذہانت تو حسن کو بھی اس طرح گرفت میں کرلیتی ہے جس طرح کوئی ہوشیار شہسوار تند خو گھوڑے پر غالب آجاتا ہے... کارزارِ سیاست میں بھڑکتی آگ کے شعلوں کا احوال جو ہر دم ہر نفس کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے تیار تھے... اقتدار کے ایوانوں میں چلتی پھرتی کہانی کے اسرار ورموز... جہاں سازشوں کے ساتھ ساتھ محبتوں کے کھلاڑی اپنی بازی دل و جاں سے کھیل رہے تھے... انجام سے بے خبر ایک کھلی جنگ کی تباہ کاریاں...

آتشِ بغاوت میں گھری ایک نازک اندام حسینہ کے آہنی ارادوں کی داستانِ حیات

شاہ صاحب ایک بہت بڑے اسکالر تھے۔ ان کی سات کتابیں شائع ہو چکی تھیں جن میں ''مذاہب عالم کا تقابل'' نے بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل کی تھی۔ اسی میں کچھ ایسی باتیں بھی تھیں جن پر روایات کے پرستار مولوی ان کے خلاف ہو گئے تھے۔ ان کی مخالفت کا جواب شاہ صاحب ٹی وی چینلز کے پروگراموں میں دیا کرتے تھے جس کے باعث انتہا پسند سوچ کے حامل افراد نے انہیں دو مرتبہ قتل کرانے کی کوشش کی تھی اور ہر مرتبہ وہ بال بال بچے تھے۔ ملک میں ان کے معتقدین کی تعداد کئی لاکھ تھی اور دیگر ممالک میں بھی ان کی تعداد ایک اندازے کے مطابق پچاس ہزار سے زائد تھی۔

شاہ صاحب کے والد ایک بہت بڑے بزنس مین تھے۔ انہوں نے ورثے میں بہت دولت اور کئی کاروباری ادارے چھوڑے تھے جو شاہ صاحب کے حصے میں آئے تھے مگر ان کی دنیا علم و فکر کے دائرے میں مقید تھی۔ کاروبار سے رغبت انہیں برائے نام بھی نہیں تھی اس لیے انہوں نے تمام ادارے فروخت کر دیے تھے۔ انسانیت کی خدمت بھی ان کی فطرت میں شامل تھی چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا اسپتال، ایک یونیورسٹی اور ایک فلاحی ادارہ بھی قائم کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اسپتال کے تمام معاملات انہوں نے اپنے بیٹے ڈاکٹر نبیل کو سونپ دیے تھے۔ فلاحی ادارہ ان کی بیٹی اقصیٰ احمد چلاتی تھی جس میں اس کا مددگار اس کا شوہر احمد باختر ایک ایرانی نژاد تھا۔

مذہبی انتہا پسندوں کی وجہ سے شاہ صاحب نے اپنے معتقدین کے بے حد اصرار پر وطن کو خیرآباد کہا تھا۔ پانچ سال سے وہ پرتگال میں تھے اور وہیں سے انہوں نے اپنی تصانیف و تالیفات کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔

اس خودساختہ جلاوطنی کے لیے انہوں نے پرتگال کا انتخاب دو وجوہ سے کیا تھا۔ وہاں انہیں قیام کے لیے اپنے چھوٹے چچازاد بھائی کا گھر میسر تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ پرتگال ایک پُرامن ملک ہے۔ ایک چھوٹا سا ملک جس کی آبادی بھی ایک کروڑ سے زیادہ نہیں۔ وہاں بھی انہوں نے ایک فلاحی ادارہ قائم کیا تھا جو مذہب و ملت کے امتیاز کے بغیر کام کرتا تھا۔

انہوں نے ''مذاہب عالم کا تقابل'' نامی کتاب لکھی تو تھی لیکن کسی بھی مذہب کے خلاف ایک جملہ بھی نہیں لکھا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں عیسائی دنیا میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی کتابوں کے انگریزی تراجم شائع ہو چکے تھے۔ کئی بڑے ملکوں نے انہیں شہریت دینے کی پیشکش کی تھی مگر انہوں نے پرتگال سے کہیں اور منتقل ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ ان پانچ سالوں میں وہ پرتگال سے باہر نکلے تھے تو صرف اسپین کی حد تک جس کی سرحد پرتگال سے ملی ہوئی ہے اور جہاں سے مسلمانوں کے ماضی کی خوشگوار یادیں وابستہ ہیں۔ وہاں شاہ صاحب کا زیادہ وقت مسجد قرطبہ میں گزرتا تھا۔

ان کی واپسی کی خبر نے سارے ملک میں ہلچل مچا دی۔

ایسی ہی ہلچل ری پبلکن فورم کے اجلاس میں بھی ہوئی۔

''ان کے استقبال کے لیے ایک بہت بڑی تعداد ائرپورٹ پہنچے گی۔'' صدر اسد گیلانی نے کہا۔ ''حکومت ان حالات میں ان کی آمد گوارا نہیں کرسکتی۔ لوگوں کو ائرپورٹ جانے سے روکنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔''

''ان کے معتقد دیوانے ہیں۔ وہ ہر صورت میں ائرپورٹ جانے کی کوشش کریں گے۔'' کسی نے کہا۔

''تو پھر ان پر گولیاں ضرور چلیں گی۔'' کوئی اور بولا۔

پشمینہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے ان باتوں میں دلچسپی ظاہر نہیں کی لیکن اس کی سوچ یقیناً اسی بارے میں ہوگی۔

دس منٹ تک بھی جب ان باتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تو وہ بول پڑی۔ ''اجلاس شروع کیا جائے۔'' یہ اس نے دوسری مرتبہ کہا تھا۔

چیئرپرسن کے یہ الفاظ حکم کا درجہ رکھتے تھے۔ اجلاس میں اس پر برائے نام گفتگو ہوئی کہ ریلی نکالی جائے یا نہ نکالی جائے کیونکہ پشمینہ فیصلہ سنا چکی تھی کہ ریلی نہیں نکالی جائے گی۔ اس پر زیادہ بات ہوئی کہ پشمینہ کو نئی صورت حال (شاہ صاحب کی آمد) میں امریکا جانا چاہیے یا نہیں، یا یہ اقدام موخر کردیا جائے۔

یہ اجلاس ایک گھنٹے سے زیادہ جاری نہیں رہ سکا۔ اس میں طے پا گیا کہ پشمینہ کی امریکا روانگی کا فیصلہ شاہ صاحب کی آمد کے بعد کے حالات کی روشنی میں کیا جائے گا، نیز ریلی نہ نکالنے کے فیصلے پر بھی اس کے بعد ہی نظرثانی کی جائے گی۔

اجلاس کے دوران میں ٹی وی بند کردیا گیا تھا ورنہ یکسوئی سے گفتگو ممکن ہی نہیں تھی، البتہ ڈیبرا اور پشمینہ کی پریس سیکریٹری رضوانہ کو ایک اور کمرے میں بھیج دیا گیا تھا تاکہ اگر کوئی بہت غیرمعمولی خبر آئے تو اجلاس کے دوران میں ہی پشمینہ کو اس سے آگاہ کیا جائے ورنہ اس ایک گھنٹے کی خبروں کی رپورٹ اجلاس کے بعد دی جائے۔

اجلاس کے بعد سب لوگوں کو رخصت کردیا جانا چاہیے تھا لیکن پشمینہ نے انہیں روکا۔ ''پہلے آپ سب لوگ ایک گھنٹے کی خبریں سن لیں۔ شاید کوئی ایسی خبر ہو جس پر گفتگو کرنا ضروری ہو۔''

ڈیبرا اور رضوانہ کو واپس بلایا گیا۔

رضوانہ نے ایک رپورٹ تو یہ دی کہ تمام سیاسی جماعتوں کے ایک ہنگامی اجلاس کے ساتھ ساتھ مذہبی سیاسی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بھی شروع ہو چکا تھا اور غیرمصدقہ ذرائع کے مطابق ''دو اتحاد'' بن سکتے تھے۔ ایک سیاسی جماعتوں کا، دوسرا مذہبی سیاسی جماعتوں کا کیونکہ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ حکومت اپنے جارحانہ اقدامات سے اس احتجاج پر قابو پالے گی جو اس وقت ہو رہا تھا اور پھر جب انتخابات ہوں گے تو سیاسی جماعتوں کا اتحاد نہ ہونے کی صورت میں ری پبلکن فورم کامیاب ہوجائے گا۔

لفظ ''انتخابات'' پر پشمینہ کی ہلکی سی ہنسی میں طنز تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ٹی وی چینلز پر ان سیاسی جماعتوں کے ترجمان کہہ چکے تھے کہ اگر ری پبلکن فورم نے ریلی نکالی بھی تو ان کی جماعت اس ریلی میں شمولیت نہیں کرے گی۔

''مجھے اس کا اندازہ شروع ہی سے تھا۔'' پشمینہ نے کہا۔ ''اسی لیے میں نے کسی سیاسی پارٹی سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور ان لوگوں کو تو مجھ سے رابطہ کرنا ہی نہیں تھا۔''

رضوانہ بولی۔ ''سب سے اہم بات میں بعد میں بتا رہی ہوں کہ تاجروں، صنعت کاروں، مزدوروں اور نہ جانے کس کس کے نمائندے ٹی وی چینلز پر آکر کہہ رہے ہیں کہ ری پبلکن فورم کو ریلی ضرور نکالنا چاہیے اور کل ہی نکالنا چاہیے کیونکہ اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل جانے دیا گیا تو مستقبل میں حکومت کی جارحیت اتنی زیادہ بڑھ جائے گی کہ اس کے مقابل نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔''

اجلاس کے تمام شرکا کی نظریں فوراً پشمینہ کی طرف اٹھ گئیں۔

''ڈیبرا!'' پشمینہ بولی۔ ''ٹی وی کھولو۔''

ٹی وی کھولا گیا جو چینل کھلا، وہی یہ خبر نشر کر رہا تھا کہ ریلی کے سلسلے میں اس کے نمائندوں نے گھر گھر جا کر سروے کیا تھا۔ اسی فیصد لوگوں کی خواہش تھی کہ ریلی ضرور نکالی جائے جس میں وہ بہر صورت شرکت کریں گے اور اگر ریلی نہ نکالی گئی تو کئی سیاسی جماعتوں کی اس بات پر یقین کیا جا سکتا ہے کہ ری پبلکن فورم کا قیام محض ایک ڈراما ہے جو صدر حیات نے خود رچایا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ پشمینہ حیات کی کامیابی سے حکومت اسی کے گھر میں رہے گی، نیز یہ کہ پشمینہ دراصل صدر حیات کے اشاروں پر چل رہی ہے۔

''بہت خوب!'' پشمینہ کی مسکراہٹ بڑی زہریلی تھی۔ ''یہ پروپیگنڈا ابھی شروع کر دیا گیا۔''

''یہ ابھی اسی ایک گھنٹے میں شروع کیا گیا ہے۔'' رضوانہ نے کہا۔ ''میں اب آپ کو اسی کے بارے میں بتانے والی تھی کہ آپ نے ٹی وی کھلوالیا۔''

پشمینہ نے ایک طویل سانس لی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ ریلی نکالنی ہی پڑے گی۔'' اس نے سوالیہ نظروں سے سب کی طرف دیکھا۔

''جی ہاں میڈم!'' صدر اسد گیلانی نے کہا۔ ''اگر ریلی نہ نکالی گئی تو ہماری پارٹی کی یکا یک بڑھنے والی مقبولیت یقیناً متاثر ہوگی۔''

''تقریر ختم بھی ہو سکتی ہے۔'' دانش یزدانی بھی بول پڑا۔ ''لوگ یہ بات بھی، میرا خیال ہے کہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ اگر حکومت کی جارحیت کو ابھی سے لگام دینے کی کوشش نہ کی گئی تو مستقبل میں ایسا کوئی اقدام کرنے کی صورت میں بہت زیادہ قربانیاں دینی پڑیں گی۔''

ان باتوں سے اجلاس گویا پھر شروع ہو گیا۔ فیصلہ تو یہی ہوا کہ ریلی نکالی جائے گی لیکن لائحہ عمل میں یہ تبدیلی کی گئی کہ ریلی کا رخ فوری طور پر قصرِ صدارت کی طرف نہیں بلکہ ائرپورٹ کی طرف ہوگا کہ شاہ صاحب کا استقبال کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ اس کے بعد ریلی کا رخ قصرِ صدارت کی طرف کیا جائے گا تو شاہ صاحب کے معتقدین بھی اس میں شامل ہوں گے اور ریلی زیادہ طاقتور ہو جائے گی۔

آخر ٹی وی چینلز کے لیے یہ پیغام جاری کر دیا گیا کہ ریلی کل ہی نکلے گی اور اس کا آغاز صبح آٹھ بجے اس لیے ہوگا کہ تمام رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے دس بجے تک یقینی طور پر ائرپورٹ پہنچا جا سکے..... نیز یہ کہ ریلی کی قیادت خود پشمینہ حیات کرے گی۔

اس کے بعد دس منٹ کی میٹنگ اور ہوئی جس میں چند افراد کی وہ کمیٹی تشکیل دی گئی جسے ریلی کے سلسلے میں لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔

دس بجنے والے تھے جب اجلاس کے شرکا اس بنگلے سے رخصت ہوئے جسے اب پشمینہ ہی کا بنگلا کہا جا سکتا تھا۔

دانش یزدانی نے یہ بنگلا اپنی پوری فیملی کے لیے بنوایا تھا اس لیے خاصا بڑا تھا جس میں اب صرف پشمینہ اور ڈیبرا کو رہنا تھا۔ ملازمین کے لیے دو سرونٹ کوارٹر تھے۔ پشمینہ اور ڈیبرا کے لیے میٹنگ کا ہال، ایک ڈرائنگ روم، دو بیڈ روم اور ایک کچن ہی کافی تھا۔ باقی کمرے خالی تھے اور جو منزل اوپر بنائی گئی تھی، وہ تو یکسر خالی تھی۔

اتنے بڑے بنگلے کو محفوظ بنانے کے لیے بیس پرائیویٹ گارڈز کا انتظام کرنا پڑا تھا۔ پشمینہ نے یہ ذمے داری ڈیبرا کو سونپی تھی کہ گارڈز کو کہاں کہاں متعین کیا جانا چاہیے۔ ڈیبرا نے سوچ سمجھ کر دن کے لیے صرف چھ گارڈز کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ باقی چودہ گارڈز کو دن میں آرام کر کے رات بھر جاگنا تھا۔ ان میں سے دو گارڈز کو رات کے وقت اوپری منزل کے ٹیرس پر ڈیوٹی دینی تھی۔ باقی بارہ گارڈز میں سے چھ بنگلے کے بیرونی اور چھ اندرونی حصے میں ڈیوٹی دیتے۔

دن بھر حالات ایسے رہے تھے کہ پشمینہ اور ڈیبرا کو دوپہر کے کھانے کا خیال آیا بھی تھا تو کھانے کو ان کا جی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چاہا تھا۔ دن بھر چائے، کافی اور بسکٹ وغیرہ ہی چلتے رہے تھے۔

اجلاس ختم ہونے کے بعد ان دونوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد ان کے تھکے ہوئے جسموں کو آرام ہی کی ضرورت تھی۔ ان دونوں کی خواب گاہیں ایسے کمروں میں تھیں جن کی درمیانی دیوار میں بھی ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے کا مقصد یہ تھا کہ ایک کمرے میں دانش یزدانی کی خواب گاہ اور دوسرے میں لائبریری ہوتی۔ اسی دوسرے کمرے کو ڈیبرا نے خواب گاہ کے طور پر اسی دن دوپہر تک ڈیکوریٹ کروالیا تھا۔

ڈیبرا فوری طور پر اپنی خواب گاہ میں جانے کے بجائے پشمینہ ہی کی خواب گاہ میں اس کے ساتھ بستر پر لیٹ گئی۔ سامنے ٹی وی کھلا ہوا تھا۔ سبھی چینلز پر اسی دن کے حوالے سے خبریں یا ٹاک شوز آرہے تھے۔

ڈیبرا بولی۔ ''دن میں کئی جگہ اجلاس ہوتے رہے ہیں لیکن صدارتی محل میں کسی اجلاس کے ہونے کی خبر نہیں آئی۔''

''ڈکٹیٹر کو مشاورت کے لیے اجلاس کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' پشمینہ نے گہری سنجیدگی سے جواباً کہا۔ ''ڈکٹیٹر خود سوچتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے۔''

اور اس کی یہ بات سو فیصد درست تھی۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ ریلی کی قیادت پشمینہ خود کرے گی، صدر حیات نے لیفٹیننٹ جنرل چنگیزی کو طلب کر کے اس سے کہا تھا۔

''یہ نہیں ہونا چاہیے۔''

''میں سمجھا نہیں جناب صدر!''

''ریلی کی قیادت پشمینہ ہرگز نہ کر سکے۔'' صدر حیات نے مستحکم لہجے میں کہا تھا۔ اس کے بعد ان دونوں میں صرف پندرہ منٹ گفتگو ہوئی تھی۔

☆☆☆

اسی گفتگو کا نتیجہ تھا کہ رات جب اپنے تیسرے پہر میں داخل ہو رہی تھی، سی ایس کے اہلکاروں سے بھرے ہوئے چار ٹرکوں نے پشمینہ کے بنگلے کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا۔ اس قطار میں کیونکہ چھ بنگلے اور تھے، اس لیے وہ بھی اس حصار میں آگئے تھے۔

پھر چند ہی لمحوں بعد فضا میں دو ہیلی کاپٹر اس طرف آتے دکھائی دیے جن میں سی ایس کے کمانڈوز تھے۔

ان ہیلی کاپٹروں کی مدھم سی آواز سوتی ہوئی ڈیبرا کے کانوں میں بھی پہنچی اور وہ جاگ گئی۔ اس کی نیند ایسی ہی تھی۔ مدھم ہی آواز بھی اس کی نیند میں خلل ڈال دیتی تھی۔

کوئی جہاز گزر رہا ہے، اس کے غنودہ ذہن میں آیا اور اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں لیکن پھر چند ہی سیکنڈ گزرے تھے کہ گولیاں چلنے کی آوازیں سن کر وہ نہ صرف جاگ کر اٹھ بیٹھی بلکہ ننگے پیر ہی دوڑتی ہوئی پشمینہ کی خواب گاہ میں داخل ہوئی۔

گولیاں چلنے کی آوازوں نے پشمینہ کو بھی جگا دیا تھا۔ جیسے ہی ڈیبرا اس کے کمرے میں داخل ہوئی، کسی گارڈ نے دروازے پر دستک دے کر تیز آواز میں کہا۔

''ہوشیار میڈم! دو ہیلی کاپٹر ٹیرس پر اترے ہیں۔ اوپر ہمارے دونوں ساتھی گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔''

پھر گولیوں کی تڑتڑاہٹ قریب ہی سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی دروازے کے باہر کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ غالباً اطلاع دینے والا گارڈ ہی کسی کی گولی کا نشانہ بنا تھا۔

اس کے فوری بعد سارا بنگلا بے تحاشا گولیاں چلنے کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ باہر ڈیوٹی دینے والے گارڈز بھی اندر گھس آئے تھے اور غالباً وہ گارڈز بھی جو دن میں ڈیوٹی دے کر سو چکے تھے۔

''یہ مجھے ہی مارنے آئے ہوں گے۔'' پشمینہ نے بیڈ کی دراز سے اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کہا، پھر دانت پیستے ہوئے بولی۔ ''میری ماں کی بات بھی نظر انداز کر دی گئی ہے۔''

ڈیبرا نے اس کے دوسرے فقرے کا آخری آدھا حصہ شاید سنا ہی نہ ہو۔ وہ دوڑتی ہوئی واپس اپنی خواب گاہ میں گئی تھی۔

بے تحاشا گولیاں چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ فائرنگ کسی نشانے پر نہیں بلکہ اندھا دھند کی جا رہی تھی۔

ڈیبرا جب واپس لوٹی تو بھی ننگے پیر ہی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں بریٹا کا پی فور پسٹل تھا جس میں دو چھوٹی چھوٹی بیرل تھیں اور دائیں ہاتھ میں فور بیرل پسٹل جس کی لمبائی اتنی تھی کہ اسے جیب میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ یہ اسلحہ اسی دن حاصل کیا گیا تھا۔

پشمینہ بڑی عجلت میں ساڑی باندھ چکی تھی اور ڈیبرا کو پکارنے ہی والی تھی۔

''باہر نکل کر مقابلہ تو کرنا ہوگا ان کتوں کا۔'' پشمینہ نے پھر دانت پیسے۔

اس کا ایک قدم دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ڈیبرا اس کے سامنے آگئی۔

''کیا حماقت کر رہی ہو تم! اندھا دھند گولیاں چل رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہیں۔ ہم اپنے ہی کسی گارڈ کی گولی کا نشانہ بھی بن سکتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے ڈیبرا نے دو بیرل کا چھوٹا ریوالور اپنی چست پتلون کی بیلٹ میں ٹھونس لیا۔ پھر اسی ہاتھ سے پشمینہ کا بازو پکڑ کر اسے تقریباً کھینچتی ہوئی بولی۔ ''ادھر آؤ۔''

''نہیں۔'' پشمینہ نے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں بزدلوں کی طرح باتھ روم میں نہیں گھسوں گی۔''

''تم آؤ تو سہی! ہمیں چھپنا نہیں ہے۔'' ڈیبرا نے اسے پھر گھسیٹا۔ ''ہم ادھر سے بھی باہر نکل سکتے ہیں۔''

''ادھر سے!'' پشمینہ کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھرے لیکن پھر اس نے مزاحمت نہیں کی۔ وہ ڈیبرا کے ساتھ باتھ روم میں داخل ہوئی۔

''وہ جو وارڈروب ہے۔'' ڈیبرا نے بتایا۔ ''وہیں سے دوسری طرف نکلا جاسکتا ہے۔''

پشمینہ کے دماغ میں کئی سوال کلبلانے لگے تھے جو اس نے اس وقت زبان پر لانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ سوالات بعد میں کیے جاسکتے تھے۔

''باتھ روم کو اندر سے لاک کرلینا چاہیے۔'' وہ بولی۔

''ہرگز نہیں۔'' ڈیبرا نے کہا۔

نہایت کشادہ باتھ روم میں وہ دونوں وارڈروب تک پہنچ گئی تھیں۔ ڈیبرا نے اسے کھولتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ ''وہ لوگ یقیناً زیادہ تعداد میں ہوں گے۔ ہمارے بھی گارڈز شاید مارے جائیں۔ وہ تمہاری تلاش میں تمہارے کمرے میں بھی داخل ہوں گے اور باتھ روم بھی کھول کر دیکھیں گے۔ دروازہ اندر سے بند ملا تو وہ اسے توڑ ڈالیں گے۔'' ان باتوں کے دوران میں ڈیبرا نے الماری کے اندر ہاتھ ڈال کر عقب میں لگا ہوا چوبی تختہ ایک طرف سرکا دیا تھا۔ اسے سرکانے کے لیے یقیناً کسی قسم کا میکنزم ہوگا۔ تختہ ایک طرف سرکتے ہی دوسری طرف روشنی دکھائی دی تھی۔

وارڈروب میں لٹکے ہوئے کپڑوں کے بیچ سے ڈیبرا نے پشمینہ کو دوسری طرف نکالا۔ وہ خود وارڈروب میں رک کر اس کے پٹ بند کرنے لگی تھی۔ اس کے بعد وہ بھی پشمینہ کے قریب پہنچ گئی۔

وہاں چھ فٹ اور چار فٹ کی لمبائی چوڑائی تھی۔ ایک جانب سنگی زینے تھے۔ ڈیبرا، پشمینہ کو لیے ہوئے دبے قدموں انہی زینوں پر چڑھنے لگی جو چھت تک چلے گئے تھے۔ فرش سے چھت تک کا فاصلہ چودہ فٹ کے قریب معلوم ہوتا تھا۔ آٹھ فٹ کے بعد سنگی زینے ختم ہوگئے۔ اب وہ دونوں ایک چوڑی جگہ پر تھیں۔ ڈیبرا نے اپنا فور بیرل ریوالور ایک طرف رکھ کر دونوں ہاتھ چھت کی طرف بڑھائے جہاں ایک لیور لگا ہوا تھا۔

''تمہیں یہ خفیہ راستے کیسے معلوم ہوئے؟'' پشمینہ سے رہا نہ گیا۔

''شش! بہت آہستہ بولو!'' ڈیبرا نے سرگوشی کی اور چھت میں لگے ہوئے لیور کو جنبش دی۔ فوراً ہی چھت میں ایک اتنا بڑا چوکور خلا پیدا ہوگیا جس سے دو آدمی اوپر جاسکتے تھے۔ اس طرف مکمل تاریکی تھی۔

خلا پیدا ہوتے ہی ڈیبرا نے اپنا فور بیرل ریوالور اٹھا کر اس طرح اوپر کردیا جیسے کسی کو نشانہ بنانا چاہتی ہو۔

''احتیاط ضروری ہے۔'' پشمینہ نے سرگوشی کی۔

''ممکن ہے، کوئی اوپر بھی ہو۔''

ایک منٹ گزر گیا۔ کسی قسم کی آہٹ سنائی نہیں دی۔

''یہاں کھڑی ہوجاؤ۔'' ڈیبرا نے کہا۔ خلا کے بالکل نیچے بڑے بڑے چار سفید ٹائل لگے ہوئے تھے۔ وہ خود انہی ٹائلز پر کھڑی تھی۔

پشمینہ کو اس وقت اسی کے اشاروں پر چلنا تھا۔ اس نے ڈیبرا کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس وقت ڈیبرا نے کسی میکنزم کو حرکت دی۔ اور چاروں ٹائلز دھیرے دھیرے اوپر اٹھنے لگے۔

سر اس خلا سے نکلنے سے پہلے ڈیبرا کے دونوں ہاتھ اوپر نکلے تھے جس میں وہ فور بیرل ریوالور تھامے ہوئے تھی۔ اس کے بعد ان دونوں ہی کے سر اوپر نکلے۔ وہاں مکمل تاریکی تھی۔

ڈیبرا نے سرگوشی کی۔ ''اوپری منزل کے اس کمرے کو گھر کی خراب ہوجانے والی چیزوں کے لیے گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا لیکن فی الحال یہ بالکل خالی پڑا ہے۔''

چوکور ٹائل جیسے ہی اس کمرے کے فرش کے برابر ہوئے، ان کی حرکت رک گئی۔

''آؤ۔'' ڈیبرا نے پشمینہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب قدم بڑھایا۔

پشمینہ کے اندازے کے مطابق ڈیبرا جانتی تھی کہ اسے کس طرف بڑھنا چاہیے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں دبا ہوا ریوالور آگے بڑھا ہوا تھا۔ سات آٹھ قدم چلنے کے بعد ہلکا سا کھٹکا ہوا، جیسے ریوالور کسی سخت چیز سے ٹکرایا ہو۔

''اب ٹٹول کر ہی دروازہ تلاش کرنا ہے۔'' ڈیبرا نے کہا، پھر فوراً ہی بولی۔ ''اوہ مل گیا۔''

اس نے دروازہ کھولا۔ دوسری طرف بھی اندھیرا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا۔ اس طرف چھوٹی سی راہداری تھی جس کے اختتام پر دروازے کے قریب پہنچ کر ڈیبرا نے دروازے سے کان لگا دیے۔

''دوسری طرف کوئی ہے۔'' اس نے پشمینہ کے کان کے قریب منہ لا کر اتنی دھیمی آواز میں کہا جو چھ انچ کے فاصلے سے سنائی نہیں دے سکتی تھی۔ ''اس طرف ٹیرس ہے۔ ہیلی کاپٹر یہیں اتارے گئے ہیں۔''

گولیاں چلنے کی آوازیں اب بھی آرہی تھیں مگر ان کی شدت میں کمی آنے کا مطلب یہی تھا کہ گولیاں چلانے والوں کی تعداد کم ہو چکی تھی۔ کم ہونے والے یا تو شدید زخمی ہوں گے یا مر چکے ہوں گے۔''

''اب یہ خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔'' ڈیبرا نے پہلے ہی کی طرح کہا۔

پشمینہ کے دل کی دھڑکنیں کچھ تیز ہو چکی تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ ڈیبرا کی شاید یہ کیفیت نہ ہو۔ وہ اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی تربیت لے چکی تھی۔

دروازہ بہت ذرا سا کھولنے میں ڈیبرا نے اتنی احتیاط سے کام لیا تھا کہ سوئی کے گرنے جیسے آواز بھی نہ ہو۔ اس جھری سے اس نے باہر جھانکا۔

''یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مطلع ابر آلود ہے۔ تارے بھی نظر نہیں آرہے۔ گھٹا ٹوپ تاریکی ہے۔'' ڈیبرا نے پشمینہ کو بتایا۔

''پوزیشن کیا ہے؟''

''ایک ہیلی کاپٹر سائے کی طرح نظر آیا ہے۔ دروازہ تھوڑا سا اور کھولنا پڑے گا۔''

قدموں کی آہٹ ان دونوں ہی کو سنائی دے رہی تھی۔ وہاں کوئی شخص ٹہل رہا تھا۔

ڈیبرا نے دروازے کو دھیرے دھیرے کھولنا شروع کیا۔ اسے توقع تھی کہ وہاں جو بھی تھا، اسے کھلتا ہوا دروازہ اندھیرے کی وجہ سے شاید دکھائی نہ دے اور اگر دکھائی دے بھی جاتا تو ڈیبرا کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ فوری طور پر اس کے سینے میں گولیاں اتار دے۔ اگر اس سے ایک ثانیے کی بھی چوک ہوتی تو وہی شخص گولیوں کی بوچھار کر دیتا۔ وہ اب ڈیبرا کو دکھائی بھی دے گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹی مشین گن تھی۔

دوسرا ہیلی کاپٹر بھی ہیولے کی طرح نظر آ گیا تھا۔ اس نے پشمینہ کو بتا دیا پھر کہا۔ ''تم یہیں رکو۔''

''کیا کرنے جا رہی ہو؟'' پشمینہ مضطرب ہوئی۔

''بس یہیں سے جھانک کر دیکھتی رہو۔'' ڈیبرا نے کہا اور دروازہ اتنا کھول لیا کہ باہر نکل سکے۔ وہ فرش پر لیٹ کر سانپ کی طرح رینگتی ہوئی ٹیرس پر پہنچ گئی۔

پشمینہ نے دروازہ اس حد تک بند کر لیا کہ بس جھانکنے کی گنجائش باقی رہی۔ اس نے ڈیبرا کو دیکھنا چاہا لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ صرف ہیلی کاپٹرز اور وہاں ٹہلتے یا پہرا دیتے ہوئے شخص کے ہیولے نظر آرہے تھے۔

پشمینہ کی سوچ کے مطابق ڈیبرا اس وقت ٹیرس پر جہاں بھی تھی، بہت احتیاط سے متحرک تھی۔

نیچے ہونے والی فائرنگ میں اب اور کمی آ چکی تھی۔ مرنے والوں کی تعداد میں یقیناً اضافہ ہوا تھا۔ یہ بات ممکن نہیں تھی کہ حملہ آوروں کی ہلاکتیں نہ ہوئی ہوں۔ گارڈز نے انہیں بھی معاف تو نہیں کیا ہوگا۔

یکا یک پشمینہ نے پہرا دینے والے شخص کے عقب میں ایک سایہ ابھرتے دیکھا۔ وہ یقیناً ڈیبرا تھی جو جست لگا کر اس شخص پر جا گری۔ دونوں ہی ٹیرس پر گرے تھے۔ اس کے بعد صرف ایک سایہ اٹھا جو ڈیبرا کا تھا۔ پہرا دینے والا نہیں اٹھ سکا۔ وہ یا تو بے ہوش ہو چکا تھا یا ڈیبرا نے اسے گولی چلائے بغیر ہی کسی طرح ہلاک کر دیا تھا۔

پشمینہ نے ڈیبرا کا اشارہ دیکھا۔ وہ اسے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ پشمینہ دروازہ کھول کر تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔

ڈیبرا نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ لیا۔ ''آؤ۔'' وہ ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھی۔

''کیا..... کیا؟'' پشمینہ کے منہ سے نکلا۔

''یہی سوچا تھا مجھے۔'' ڈیبرا نے کہا۔ ''انہی کے ہیلی کاپٹر میں ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ مدد کے لیے پولیس یا کسی بھی سرکاری ادارے کو فون کرنا تو حماقت ہی ہوتی۔''

''تم ہیلی کاپٹر.....''

''ہاں میں اڑا سکتی ہوں۔ سیکھ چکی ہوں۔'' ڈیبرا نے کہا۔

اب نیچے ہونے والی فائرنگ بند ہو چکی تھی۔

''ہمارے سب گارڈز مارے جا چکے۔'' ڈیبرا نے پشمینہ کو ہیلی کاپٹر میں سوار کراتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہیلی کاپٹر اتنے بڑے ہیں کہ ہر ایک میں بیس پچیس تو آئے ہوں گے۔ ہمارے باڈی گارڈ چالیس پچاس کو ختم نہیں کر سکتے۔''

پشمینہ کو ہیلی کاپٹر میں سوار کرانے کے بعد ڈیبرا بھی چڑھ گئی۔ اس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھالی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''اب وہ ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔'' ڈیبرا نے کہا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔

''بہت جدید ہیلی کاپٹر ہیں۔'' ڈیبرا بڑبڑائی۔

جب ہیلی کاپٹر نے اٹھنا شروع کیا تو پشینہ بولی۔ ''ہم جائیں گے کہاں؟''

''سوچا ہے کچھ میں نے۔'' ڈیبرا نے جواب دیتے ہوئے اپنا فور بیرل ریوالور سنبھال کر ہیلی کاپٹر سے باہر نکالا۔

ٹیرس سے فاصلہ کتنا بڑھ چکا تھا، اس بارے میں پشینہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتی تھی۔

ڈیبرا کے ریوالور نے ٹیرس پر کھڑے دوسرے ہیلی کاپٹر پر گولیاں برسا دیں اور پھر ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اس ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے فضا میں اڑے تھے۔ ڈیبرا نے یہ اقدام اتنے فاصلے سے کیا تھا کہ فضا میں اڑنے والے ٹکڑے اس ہیلی کاپٹر کو نقصان نہ پہنچا سکیں جس میں وہ دونوں تھیں۔

''شاباش۔'' پشینہ نے ڈیبرا کو داد دی۔ ''اب کم از کم اس ہیلی کاپٹر سے وہ لوگ ہمارے تعاقب میں نہیں آسکتے۔''

''لیکن وہ اس کی اطلاع تو کسی کو دے دیں گے۔ کوئی اور ہیلی کاپٹر آسکتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم جلد از جلد اس ہیلی کاپٹر سے کہیں اُتر جائیں۔ میں اندازے سے ایک سمت بڑھ رہی ہوں۔ اگر میرا اندازہ غلط نکلا تو پھر پریشانی لاحق ہو سکتی ہے۔''

ہیلی کاپٹر فضا کی تاریکی چیرتا ہوا تیزی سے ایک جانب بڑھ رہا تھا۔ ڈیبرا نے اس کی رفتار اتنی ہی تیز رکھی تھی جتنی تیزی سے اسے اڑانا ممکن تھا۔

''وہ لوگ فوری طور پر اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ پہلے میں نے ہیلی کاپٹر کا رخ دوسری طرف رکھا تھا۔ کچھ دور نکل آنے کے بعد رخ بالکل تبدیل کر دیا ہے۔ جو ہیلی کاپٹر بھی آئے گا، وہ کچھ دیر تک بھٹکتا ہی رہے گا بلکہ کئی ہیلی کاپٹر بھیجے جائیں گے۔''

''کسی نے دیکھا ہی کیسے ہوگا کہ شروع میں ہیلی کاپٹر کا رخ کس طرف تھا؟''

''جب ہم وہاں سے اُڑے تھے تو تم نے نیچے نہیں دیکھا تھا۔ وہاں میں نے بنگلوں کی قطاروں کی تین جانب تو ٹرک دیکھے تھے۔ چوتھی جانب بھی کوئی ٹرک ضرور ہوگا۔ خاصی تعداد میں آدمی بھی تھے جنہوں نے بنگلوں کی قطار اپنے گھیرے میں لے لی تھی۔ وہ ہمیں کسی طرف سے بھی بچ نکلنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے اور یہ تو فوری طور پر ان کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں ہم ہیں۔ انہیں اس وقت اطلاع ملی ہوگی جب ہم دور نکل چکے ہوں گے۔''

''وہاں سے نکل آنے کے بعد بھی میں پریشان ہوں۔'' پشینہ کے لہجے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔

''جب تک میری سانس باقی ہے، تم پر حرف نہیں آنے دوں گی میری جان!'' اس مرتبہ ڈیبرا کا لہجہ خاصا جذباتی تھا۔

پشینہ نے بھی جذباتی ہو کر ڈیبرا کا شانہ زور سے دبایا۔

''اس وقت تاریکی بھی ہماری مددگار ہے۔'' ڈیبرا نے کہا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کی کوئی لائٹ آن نہیں کی تھی۔

آخر اس نے ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو نیچے اُتارنا شروع کیا۔

''ابھی ہم ایک سڑک کے اوپر سے گزرے تھے۔'' پشینہ نے کہا۔ ''کچھ گاڑیوں کی روشنیاں متحرک نظر آئی تھیں۔''

''وہ ہائی وے ہے۔'' ڈیبرا نے کہا۔ ''میں نے ادھر ہی آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اندازہ درست نکلا۔ ہم ہائی وے کی ایک جانب ویران علاقے میں اُتر رہے ہیں۔ ریتیلی زمین ہے۔ ایسی جگہ ہیلی کاپٹر نہیں اتارا جاتا مگر یہ خطرہ مال لینا ہی پڑے گا۔ ممکن ہے ہیلی کاپٹر ریت میں کئی فٹ دھنس جائے۔ ٹیڑھا بھی ہو سکتا ہے۔ خود کو بہت سنبھال کر رکھنا۔ یہ میں ایک بڑا امتحان دینے جا رہی ہوں۔''

اور وہ اس امتحان میں بڑی حد تک کامیاب رہی، لیکن اسے جو اندیشہ تھا، وہ بہرحال صحیح ثابت ہوا۔ ہیلی کاپٹر ریت میں دھنسا بھی تھا اور ایک جانب خاصا جھک بھی گیا تھا۔

ڈیبرا نے فوراً انجن بند کرتے ہوئے کہا۔ ''بس اب اترو جلدی۔ ممکن ہے کہ ہیلی کاپٹر اور ٹیڑھا ہو جائے۔''

وہ دونوں بہت عجلت میں اُتریں۔

''بس دوڑ پڑو۔'' ڈیبرا نے پشینہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''ہمارا رخ ہائی وے کی طرف ہے۔ ہمیں جلد از جلد وہاں پہنچ کر کوئی کار روکنا ہوگی۔ میں تو بہت تیز بھاگ سکتی ہوں لیکن تم جس حد تک بھی تیز دوڑ سکو۔''

پھر ڈیبرا کو یقیناً تعجب ہوا ہوگا کیونکہ پشینہ اس کی توقع سے زیادہ تیز دوڑ رہی تھی۔ اسے علم نہیں تھا کہ پشینہ اسکول کے زمانے میں دوڑ کے کئی مقابلوں میں حصہ لے چکی تھی اور ایک دوڑ میں انعام بھی حاصل کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"مجھے توقع ..... نہیں تھی ..... کہ میں ..... میں اب ..... بھی اچھا خاصا ..... دوڑ ..... سکتی ہوں۔" دوڑنے ہی کی وجہ سے پشمینہ ایک جملہ بھی بمشکل بول سکی تھی۔

صورتِ حال ایسی ہی تھی۔ انہیں جلد از جلد نہ صرف ہیلی کاپٹر سے دور ہونا تھا بلکہ ہائی وے پر پہنچنا بھی ضروری تھی۔

لگ بھگ چھ فرلانگ کے فاصلے تک پشمینہ یکساں رفتار سے دوڑ سکی تھی لیکن پھر اس کی رفتار کچھ کم ہوئی۔ ڈیبرا بھی ہانپنے لگی تھی لیکن پشمینہ زیادہ ہانپ گئی تھی۔ اس نے بہرحال ایک بہت آسودہ ماحول میں پرورش پائی تھی۔

فضا میں دو ہیلی کاپٹر گڑگڑائے تو وہ دونوں چونکیں۔ ان کی نظریں اوپر اٹھیں۔ وہ رک بھی گئی تھیں۔

"ہیلی کاپٹر کی تلاش ..... شروع ہو چکی ہے۔" ڈیبرا بولی۔ "مگر انہیں یہ خیال ..... نہیں آئے گا ..... وہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ ..... ہم نے ..... یہاں ہیلی کاپٹر اتارا ہوگا۔"

دونوں ہیلی کاپٹر انہیں کافی فاصلے پر دکھائی دیے تھے۔ اسی فاصلے سے وہ گزر بھی گئے۔

"وہ قریبی شہر کی طرف جا رہے ہیں۔" ڈیبرا نے کہا۔ "شاید انہیں ..... یہ خیال ہے کہ ہم نے ادھر کا رخ کیا ہوگا ..... شاید آٹھ دس ہیلی کاپٹر ..... مختلف سمتوں میں ..... تلاش کر رہے ہوں ..... ہمیں۔" ڈیبرا پھر بولی۔ اس نے پشمینہ کا ہاتھ پکڑ کر پھر دوڑنا شروع کر دیا۔

موسم کسی حد تک سرد تھا لیکن جب وہ دونوں ہائی وے تک پہنچیں تو پسینے میں شرابور تھیں۔ سینے دھونکنی کی طرح پھول پچک رہے تھے۔

ڈیبرا ایک چھوٹے سے ٹیلے کی آڑ میں رکی تھی جہاں سے ہائی وے پر نظر رکھی جا سکتی۔

"دو ٹرک گزر رہے ہیں۔" ڈیبرا نے کہا۔ "ہمیں ..... کسی کار کا ..... انتظار کرنا ہوگا۔"

پشمینہ کچھ نہیں بولی۔ پھولی ہوئی سانسوں کے باعث اب اس کے لیے فوری طور پر کچھ بولنا مشکل ہو گیا تھا۔

دو منٹ بعد دو کاریں اور ایک ٹرک بھی دکھائی دیا۔

"ہمیں صرف ایک کار دکھائی دے، تبھی بات بنے گی۔" ڈیبرا بولی۔ "ہم زیادہ لوگوں کی نظروں میں آئے تو بات نہیں بنے گی۔ اوہ ..... ادھر سے ایک گاڑی اور کار ہی معلوم ہوتی ہے، آؤ۔" ڈیبرا نے ریوالور جینز میں اڑس کر بنیان اس کے اوپر کر لی۔ فور بیرل ریوالور اپنی پشت پر چھپا لیا۔ ان دونوں نے بہت تیزی سے آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔

"یہ ٹھیک کیا تم نے۔" پشمینہ بولی۔ "وہ جو کوئی بھی ہے، اسلحہ دیکھ کر تو گھبرا کر کار اور تیزی سے دوڑا دے گا۔"

وہ دونوں سڑک پر بالکل صحیح وقت پر پہنچیں۔ کار کی ہیڈ لائٹ ان پر پڑی۔ وہ دونوں بیچ سڑک پر کھڑی ہو گئی تھیں۔ کار کی رفتار کم ہونے لگی۔ وہ ان دونوں کے بالکل قریب آ کر رکی۔ وہ دونوں تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ کے قریب پہنچیں۔ ڈرائیونگ کرنے والا پینتالیس پچاس سالہ شخص تھا۔

"کیا آپ ہمیں شہر تک پہنچا دیں گے؟" ڈیبرا نے فوری طور پر اسلحے سے دھمکانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

ڈرائیونگ کرنے والے کی نظریں پشمینہ کے چہرے پر تھیں۔ "آپ ..... آپ ..... پشمینہ ..... پشمینہ حیات صاحبہ ہیں نا؟" وہ کچھ حیران اور کچھ پریشان سا ہوا تھا۔

"جی ہاں۔" پشمینہ نے کہا۔ "جلدی بتائیے! آپ ہمیں ....."

"بیٹھیے، بیٹھیے!" وہ جلدی سے بولا اور اس نے خود ہی کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولا۔

"تم پیچھے بیٹھو۔" ڈیبرا نے پشمینہ سے کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھولنے لگی۔

"بس فوراً چل پڑیے۔" ڈیبرا نے بیٹھتے ہی کہا۔

وہ کار حرکت میں لے آیا۔ "آپ پشمینہ صاحبہ کی ....."

"میں پشمینہ کی دوست ہوں اور باڈی گارڈ بھی۔" ڈیبرا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "صبح کی ہلکی سی روشنی پھیلنے سے پہلے ہمیں شہر پہنچ جانا چاہیے۔"

"ہم قریب ہی ہیں۔ پندرہ بیس منٹ میں پہنچ جائیں گے، لیکن ..... خبریں تو یہ ہیں کہ آپ دونوں کو کسی نامعلوم طاقت نے اغوا کر لیا ہے۔"

"یہ خبر آپ نے کہاں سنی؟" پشمینہ بول پڑی۔

"ٹی وی پر۔"

"ٹی وی؟" ڈیبرا نے تعجب کا اظہار کیا۔ "آپ جس شہر سے آ رہے ہیں، وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ آپ نے ڈیڑھ گھنٹے میں طے کیا ہوگا۔ خبر آپ نے ٹی وی پر کیسے سن لی؟"

"میرے پاس بڑی اسکرین کا بہترین موبائل ہے۔ ابھی بند کیا تھا میں نے۔"

"اوہ!" ڈیبرا کے منہ سے اتنا ہی نکلا۔

وہ اور پشمینہ ایسے حالات سے گزری تھیں کہ انہیں موبائل پر خبریں سننے کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔

"اس وقت عموماً پرانی خبریں سنائی جا رہی ہوتی ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مگر اچانک ہنگامی طور پر لائیو پروگرام شروع ہو گئے۔ حکومت کے ترجمان کے مطابق انہیں کچھ خبریں ملی تھیں کہ کوئی نامعلوم طاقت آپ دونوں کو اغوا کرنے کی کوشش کر سکتی ہے اس لیے آپ کی حفاظت کے لیے ٹرکوں پر سوار پولیس اور سی ایس کے اہلکار آپ کے گھر پہنچے تھے اور گھر کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا لیکن آپ کے اغوا کنندگان ہیلی کاپٹرز پر آئے اور آپ دونوں کو اغوا کر کے لے گئے۔ وہ دو ہیلی کاپٹروں میں آئے تھے جن میں سے ایک ہیلی کاپٹر تباہ بھی ہو گیا۔''

پشمینہ اور ڈیبرا نے جلدی سے اپنے موبائل نکالے۔

''ہمیں ان سے لڑتے ہوئے بھاگ نکلنے میں آسانی ہو گئی تھی۔'' ڈیبرا نے کہا۔ اس وقت اس کا فور بیرل ریوالور اس کی گود میں رکھا تھا جس سے وہ شخص پریشان نہیں ہوا۔ وہ ان دونوں کو پہچان گیا تھا لہٰذا ڈیبرا کیونکہ باڈی گارڈ تھی اس لیے اسلحہ اس کے پاس ہونا ہی چاہیے تھا۔

پشمینہ نے موبائل پر ایک ٹی وی چینل لگایا۔ یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ اس وقت ٹی وی اینکر حکومت کے ایک ترجمان سے فون پر بات کر رہا تھا۔

''کیا وہ ہیلی کاپٹر کسی بیرونی قوت کے تھے؟'' اینکر نے سوال کیا تھا۔

''یقیناً وہ کسی بیرونی قوت کے ہوں گے کیونکہ ہمارے ریڈارز کو بھی ان کے بارے میں علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اسی قسم کے ہیلی کاپٹرز ہوں گے جن کے ذریعے اسامہ بن لادن کو مارنے کے لیے آپریشن ہوا تھا۔''

''وہی ہو سکتے ہیں۔ بلیک ہاک اسٹیلتھ جو ریڈار کی زد پر نہیں آتے۔''

''کیا امریکا.....''

''ضروری نہیں ہے۔'' ترجمان نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''یہ ٹیکنالوجی چین کے پاس تو فوراً پہنچ گئی تھی لیکن اب یہ شبہ کیا جا رہا ہے کہ یہ چند اور ملکوں کے پاس بھی پہنچ گئی ہے۔ ہم نے تحقیقات شروع کر دی ہیں کہ یہ کس نے کیا ہے۔''

''کسی ملک کو پشمینہ حیات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟''

''کسی بیرونی طاقت ہی نے سازش کر کے بیٹی کو باپ کے خلاف کھڑا کیا ہے۔ کیونکہ آج کے ہنگامے میں پشمینہ حیات کو کسی قسم کا نقصان پہنچ سکتا تھا اور حقیقتاً وہ آج کی ریلی کی قیادت بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں لیکن اگر خود پیچھے ہٹتیں تو ان کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچتا اس لیے اغوا کا ڈراما کیا گیا۔ یہ ہنگامی صورت حال ختم ہوتے ہی وہ پھر سامنے آ جائیں گی۔''

''الو کا پٹھا۔'' پشمینہ نے غصے میں کہتے ہوئے موبائل بند کر دیا۔

''دوسری سیاسی جماعتیں کہہ رہی ہیں۔'' وہ شخص بول پڑا۔ ''کہ یہ باپ بیٹی کا ڈراما ہے۔ آج کے خطرات سے بچنے کے لیے یہ باپ بیٹی کا مشترکہ ڈراما ہے۔''

پشمینہ کا موبائل بند ہوتے ہی کار والے نے کہا۔

''حکومت کے ترجمان سے یہ سوال کیا جا چکا ہے کہ بلیک ہاک اسٹیلتھ جو چھت پر تباہ ہو گیا ہے، اس تک میڈیا کو جانے سے کیوں روکا جا رہا ہے۔ اس پر کہنا یہ ہے کہ جب تک تحقیقات مکمل نہ ہو جائیں، کسی کو وہاں نہیں جانے دیا جائے گا۔''

ڈیبرا کو اچانک ایک خیال آیا۔ ''پشمینہ حیات کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے؟''

''میں پہلے تو ان کے بہت خلاف تھا لیکن جب یہ حکومت سے الگ ہوئیں تو میں ان کے بیانات سے متاثر ہوا تھا۔ پھر ڈیموکریٹک فورم کے قیام کے بعد سے تو میں ان کی سیاسی شخصیت کا پرستار ہو گیا ہوں۔ مجھے کسی پروپیگنڈے پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ حکومت ہی نے اغوا کروانے یا شاید مار ڈالنے کی سازش کی ہو گی لیکن آپ دونوں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ البتہ یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آپ دونوں یہاں، اس ویران مقام تک کیسے پہنچ گئیں؟''

''اگر آپ ان کے پرستار ہیں تو کیا آپ ہماری ایک اور مدد بھی کر سکتے ہیں؟''

''میں ہر طرح حاضر ہوں۔''

''ہمیں چند گھنٹے کے لیے کہیں روپوش ہونا ہے لیکن یہ بات آپ کے علم میں بھی نہیں آنا چاہیے کہ ہمیں اس وقت کہاں جانا ہے۔''

''تو کیا آپ یہ گوارا کریں گے کہ آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا جائے۔ ڈرائیونگ میں کروں گی۔ بعد میں آپ کو چھوڑ دیا جائے گا۔''

''آپ کی احتیاط میں سمجھ سکتا ہوں۔ مجھے کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ میں پشمینہ حیات صاحبہ کی بہتری کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ان کے خلاف کیے جانے والے کسی پروپیگنڈے پر بھی یقین نہیں مجھے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ڈیبرا کی باتیں پشمینہ کی سمجھ میں بالکل نہیں آرہی تھیں لیکن وہ خاموش ہی رہی۔

ڈیبرا کے منصوبے کے مطابق عمل ہوا۔ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی کار روک کر اس شخص کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر پچھلی نشست پر بٹھا دیا گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ ڈیبرا نے سنبھالی۔ پشمینہ کو ڈیبرا نے پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھا رہنا دیا اور اشارے سے کہہ دیا کہ وہ اس شخص پر نظر رکھے۔ وہ اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی ذرا بھی نہ سرکا سکے۔

''مجھے فخر ہے کہ میں آپ کے برابر میں بیٹھا ہوں۔'' وہ بولا۔

''میں تو آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ اس وقت میرے کام آئے۔''

ڈیبرا پھر بولی۔ ''اس بارے میں آپ کسی کو بتائیں گے بھی نہیں۔ کم از کم اس وقت تک نہیں جب تک یہ روپوشی ختم کر کے سامنے نہ آجائیں۔ بس چند گھنٹے کی بات ہے۔''

''میں اس کے بعد بھی کسی کو نہیں بتا سکتا۔ سی ایس والے مجھے اس کے لیے معاف نہیں کر سکتے کہ میں نے پشمینہ حیات صاحبہ کی مدد کی تھی۔''

پشمینہ سوچ میں ڈوبی رہی۔ وہ ڈیبرا کی پلاننگ سمجھنے سے قاصر تھی لیکن اسے یہ اطمینان ضرور تھا کہ ڈیبرا جو کچھ کر رہی ہے، وہ ٹھیک ہی ہوگا۔

صبح کی ہلکی ہلکی سی ہی روشنی پھیلی تھی کہ ڈیبرا نے کار ایک جگہ روکی۔ پشمینہ نے حیرت سے دیکھا کہ کار جس عمارت کے سامنے رکی تھی، وہ شاہ صاحب کے قائم کردہ فلاحی ادارے کی تھی جسے ان کی بیٹی اقصیٰ احمد اور اس کا شوہر احمد چلاتے تھے۔

''آپ ابھی پیچھے ہی بیٹھے رہیں گے۔'' ڈیبرا نے کار والے سے کہا۔ ''پشمینہ بھی یہیں رکیں گی۔ تھوڑی دیر میں، بلکہ جلد ہی ایک آدمی آئے گا جو ڈرائیونگ سنبھالے گا۔ پشمینہ اس کے بعد کار سے اتر جائیں گی۔ وہ آدمی کار لے جا کر میل دو میل کے بعد آپ کی کار سے اُتر جائے گا۔ پانچ منٹ بعد آپ اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹائیں گے تو آپ کی کار میں آپ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد آپ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔''

''یہ تاریخی واقعہ میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔'' کار والے نے جذباتی لہجے میں کہا۔

ڈیبرا نے اس سے کچھ نہیں کہا، بس پشمینہ کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور کار سے اُتر کر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھی۔ ابھی وہاں بالکل سناٹا تھا۔

اقصیٰ اور اس کا شوہر اپنے بچوں کے ساتھ اسی عمارت کے ایک حصے میں رہتے تھے۔ شاہ صاحب کی وجہ سے وہ دونوں ڈیبرا سے واقف بھی تھے۔ ڈیبرا وہاں پہلے بھی دو ایک بار آچکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ دونوں اس سے مکمل تعاون کریں گے۔

ڈیبرا نے جو کچھ سوچا تھا، اس کے مطابق سب کچھ ہو گیا۔ اقصیٰ کا ایک آدمی اس شخص کی کار لے کر چلا گیا۔

پشمینہ سے اقصیٰ پہلی مرتبہ ملی تھی اور بہت خوش نظر آتی تھی۔ اس کے ساتھ حیران بھی تھی۔ اس کی حیرانی اس وقت ختم ہوئی جب ڈیبرا نے اسے سارا ماجرا سنایا۔

اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو شروع ہوئی کہ اب پشمینہ کو کیا کچھ کرنا ہے۔

☆☆☆

وہ صبح سارے ملک کے لیے سنسنی خیز تھی۔ جن لوگوں نے رات کے آخری حصے کی خبریں نہیں سنی تھیں، صبح وہ بھی سارے حالات سے آگاہ ہو گئے۔ سارے ملک کا ماحول غم و غصے میں ڈوب گیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی جنہوں نے اس بات پر یقین کیا تھا کہ یہ سب صدر حیات اور پشمینہ کا مشترکہ ڈراما ہے۔

ایک ٹی وی چینل سے دانش یزدانی کا انٹرویو صبح سات بجے نشر ہو رہا تھا۔

''ری پبلکن فورم کے تمام لوگوں نے اتفاقِ رائے سے مجھے پشمینہ حیات صاحبہ کا نائب چن لیا ہے۔'' دانش یزدانی نے کسی سوال کے جواب میں کہا تھا۔ ''ہمارے خیال کے مطابق پشمینہ حیات صاحبہ کو ہلاک نہیں کیا گیا ہوگا۔ انہیں اغوا کر کے نظر بند کرنا حکومت نے اس لیے ضروری سمجھا کہ وہ ریلی کی قیادت نہ کر سکیں۔ انہیں ہلاک کرنا صدر حیات کے لیے گھریلو طور پر مشکلات کا سبب بن سکتا ہے۔''

انٹرویو میں دانش یزدانی نے اپنا بیان جاری رکھا۔ ''ریلی کی قیادت کرتے ہوئے پشمینہ حیات صاحبہ کو نقصان پہنچ سکتا تھا، بس اسی لیے انہیں اغوا کیا گیا ہے۔ اب وہ ریلی کے شرکاء کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی سے گریز نہیں کریں گے لیکن کل کے بیالیس آدمیوں کی ہلاکت نے لوگوں کو بہت زیادہ پُرجوش کر دیا ہے۔ مجھے ملنے والی اطلاع کے مطابق لوگوں نے ابھی سے بڑے گراؤنڈ میں جمع ہونا شروع کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے اسکرین کے نصف حصے میں میرا یہ انٹرویو دکھایا جا رہا ہے اور دوسرے حصے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پولیس اور سی ایس کے اہلکار لوگوں کو بڑے گراؤنڈ میں پہنچنے سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہیں واٹر کینن کا استعمال ہو رہا ہے اور کہیں آنسو گیس سے کام لیا جا رہا ہے مگر لوگ کسی نہ کسی طرح گراؤنڈ میں جمع ہو رہے ہیں اور اس وقت ان کی تعداد آٹھ دس ہزار ہو چکی ہے۔ ہماری ریلی کو وہیں سے قصرِ صدارت کی طرف روانہ ہونا ہے۔ دوسری طرف شاہ صاحب کے استقبال کے لیے ان کے پیروکار ائرپورٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور انہیں بھی اسی طرح روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پہلے ہمارا بھی یہی منصوبہ تھا کہ ری پبلکن کی ریلی پہلے ائرپورٹ ہی جائے گی لیکن پشینہ حیات صاحبہ کے اغوا کی وجہ سے ہم نے آج صبح ساڑھے پانچ بجے ایک ہنگامی اجلاس میں اپنا پروگرام تبدیل کیا ہے۔ ہم کل ہلاک کیے جانے والے افراد کی لاشیں لے کر قصرِ صدارت کی طرف جائیں گے۔ زیادہ تر لاشیں اس وقت گراؤنڈ میں پہنچائی جا چکی ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ آپ اس انٹرویو کو مختصر کریں۔ اب چونکہ پشینہ حیات صاحبہ موجود نہیں ہیں اس لیے ان کے نائب کی حیثیت سے ریلی کی قیادت میں ہی کروں گا۔"

"بس آخری دو سوال۔" اینکر پرسن نے کہا۔ "اگر لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بڑے گراؤنڈ پہنچ جائیں تو ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ گراؤنڈ میں اس سے زیادہ لوگوں کی گنجائش ہی نہیں ہے لیکن آپ پروگرام کے شروع میں بتا چکے ہیں کہ ریلی میں دو ڈھائی لاکھ سے زیادہ لوگوں کی شرکت متوقع ہے۔"

"جی ہاں۔" دانش یزدانی نے جواب دیا۔ "لوگوں کے چھوٹے بڑے جلوس قصرِ صدارت کے راستے میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ ہماری ریلی میں شریک ہوتے چلے جائیں گے۔"

"آخری سوال یہ کہ حکومت سے ریلی کو کس حد تک نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اندیشہ ہے کہ آج قوم کو بہت زیادہ قربانیاں دینی پڑیں گی۔ بس اب مجھے اجازت دیجیے۔"

"بس آخری ایک سوال اور۔" اینکر پرسن جلدی سے بولا۔

"وہ بھی پوچھیے، جلدی۔" دانش یزدانی نے تحمل سے کہا۔

"آپ ریلی کی قیادت کے لیے گراؤنڈ کیسے پہنچیں گے؟"

"یہ میں ابھی آپ کو نہیں بتا سکتا۔ حکومت مجھے بھی روکنے کے لیے ہر قسم کا قدم اٹھا سکتی ہے۔ ہمارے کئی افراد گرفتار بھی کیے جا چکے ہیں۔ میں اپنا لائحہ عمل خفیہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

یہاں دانش یزدانی کا انٹرویو ختم ہو گیا۔ یہ انٹرویو اس کے گھر پر ہی لیا گیا تھا۔

اسی وقت ٹی وی چینلز سے یہ بریکنگ نیوز چلی کہ پولیس اور سی ایس کے اہلکاروں نے دانش یزدانی کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ان لوگوں کو حکم مل چکا تھا کہ دانش یزدانی کو گھر سے نہ نکلنے دیا جائے۔

پھر دوسری خبر یہ چلی کہ میگافون سے سی ایس کے کسی آفیسر نے اعلان کیا تھا کہ دانش یزدانی دس منٹ کے اندر اندر باہر آ کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دے ورنہ قانون کے محافظوں کو اس کے گھر میں زبردستی گھسنا پڑے گا۔"

اور پھر یہی ہوا، دانش یزدانی باہر نہیں نکلا اور گیارھویں منٹ پر سی ایس اور پولیس کے اہلکار گھر کے دروازے کھڑکیاں توڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے مگر انہیں دانش یزدانی نہیں ملا۔ سب حیران تھے کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان کیونکہ پندرہ منٹ پہلے وہ اسی گھر میں بیٹھا ٹی وی کو انٹرویو دے رہا تھا۔

غالباً اس نے اپنے گھر میں بھی کچھ اس قسم کا انتظام کر لیا تھا جیسا انتظام اس بنگلے میں کیا گیا تھا جو اس نے پشینہ حیات کو تحفے میں دے دیا تھا۔

اس کے نہ ملنے پر اس کے ماں باپ، بہن اور دوسرے کئی رشتے داروں کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ جب انہیں گرفتار کر کے باہر لایا گیا تھا، اس وقت کسی چینل کے کیمرے کو قریب نہیں آنے دیا گیا تھا۔

سارے شہر کی دکانیں اس وقت بند تھیں اور جگہ جگہ سیاہ پرچم لہرا رہے تھے۔ مختلف سڑکوں اور گلیوں میں لوگوں کے ہجوم پر گیس کے شیل اور واٹر کینن کا استعمال کیا جا رہا تھا جس سے لوگوں کا غصہ اور بڑھتا جا رہا تھا۔ اس ہجوم نے اس دن بھی ایک پولیس اسٹیشن اور دو سرکاری عمارتوں میں آگ لگا دی تھی جسے بجھانے کے لیے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں متحرک تھیں۔

جب انتالیسواں جنازہ بڑے گراؤنڈ پہنچا تو اس کے ساتھ چار ہزار افراد تھے۔ جہاں جنازے رکھے جا رہے تھے وہیں ایک کرین بھی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جنازہ لانے والوں نے یکا یک دانش یزدانی اور پشینہ حیات کے نام لے کر زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ اس وقت تابوت کے اوپر کا حصہ ایک جھٹکے سے ایک طرف گر گیا۔ اس میں کوئی لاش نہیں، دانش یزدانی تھا۔ جن لوگوں نے بھی اسے دیکھا، وہ پہلے سے زیادہ پُرجوش ہو گئے۔ دانش یزدانی کرین کے اس حصے پر کھڑا ہوا جسے کرین اوپر لے جا سکتی تھی۔ کسی پہلے سے لگائے گئے میکنزم کے ذریعے شیشوں کا ایک چوکور خول اوپر اس طرح اٹھا کہ دانش اس کے اندر ہو گیا۔ کرین اسے اوپر اٹھاتی چلی گئی اور ستر ہزار کے مجمع نے اسے دیکھ لیا۔

شیشے بلٹ پروف تھے اور اس باکس میں کئی مائک بھی لگے ہوئے تھے۔

گراؤنڈ میں کئی جگہ لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکر پر دانش یزدانی کی آواز گونجی۔ ''بہادرو! آپ کا خادم دانش یزدانی حاضر ہو گیا ہے۔ ہمارا یہ سیلاب اب قصرِ صدارت کی طرف بڑھے گا۔ ہم دیکھیں گے کہ اس حکومت کے پاس کتنی گولیاں ہیں اور ہمارے پاس سینے کتنے ہیں۔''

اس بات پر اتنے نعرے لگے کہ سارا گراؤنڈ ایک ''شور'' بن گیا جس میں دانش یزدانی کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔

جب یہ شور کچھ کم ہوا تو دانش یزدانی کی آواز پھر گونجی۔ ''ہم ہر قیمت پر آزادی کی شہزادی پشینہ کو آزاد کرائیں گے اور.....''

اس کی آواز پھر دب گئی۔ ''شہزادی پشینہ، زندہ باد'' کے نعروں سے سارا گراؤنڈ گونج اٹھا۔

ٹی وی چینلز یہ سب کچھ براہِ راست دکھا رہے تھے۔ ہر چینل کے نیوز ریڈر تقریباً چیخ چیخ کر بتا رہے تھے کہ سارے شہر میں قیامت کا سماں ہے۔

بہت سے چینلز پر تین تین، چار چار تجزیہ کار موجود تھے۔ دانش یزدانی کی تعریفیں ہو رہی تھیں کہ وہ نہ جانے کیسے گرفتار بھی نہیں ہوا تھا اور سی ایس کے اہلکاروں تک کو چکما دے کر بڑے گراؤنڈ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

یہ خبر بھی نشر ہو رہی تھی کہ گراؤنڈ کو سی ایس اور پولیس کے بیس ہزار مسلح اہلکاروں نے نرغے میں لے رکھا تھا۔ وہ گراؤنڈ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والوں پر لاٹھی چارج کر رہے تھے، آنسو گیس اور واٹر کینن کا استعمال بھی ہو رہا تھا لیکن کچھ نہ کچھ لوگ گراؤنڈ میں داخل ہوتے جا رہے تھے۔ سوا نو بجے تک گراؤنڈ میں جمع ہونے والوں کی تعداد اسی ہزار سے تجاوز کر چکی تھی۔

رپورٹرز اپنے اپنے چینلز کو خبریں دے رہے تھے۔ ایک خبر کے مطابق ایک ہزار سے زائد لوگ زخمی ہو کر اسپتال پہنچ چکے تھے اور پچاس سے زیادہ افراد کے ہلاک ہونے کی اطلاع تھی۔

دوسری خبر کے مطابق ایک لاکھ افراد شاہ صاحب کے استقبال کے لیے ائرپورٹ پہنچ چکے تھے۔ اگر راستے بند کرنے کے لیے کنٹینرز نہ لگائے جاتے اور دوسرے ظالمانہ اقدامات نہ کیے جاتے تو وہ تعداد ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہوتی یا شاید دو لاکھ ہو جاتی۔

ایک خبر یہ بھی تھی کہ صدرِ مملکت نے چیف آف آرمی اسٹاف کو قصرِ صدارت طلب کیا تھا اور نصف گھنٹے تک میٹنگ جاری رہی تھی۔ اس میٹنگ کے بارے میں حکومت یا فوج کی طرف سے کوئی پریس ریلیز جاری نہیں کی گئی تھی۔

ایک ذریعے کے مطابق کہا جا رہا تھا کہ ہجوم کے سامنے سی ایس اور پولیس کے اہلکاروں کی ناکامی کی وجہ سے صدرِ مملکت نے فوج کو حرکت میں لانا چاہا تھا مگر یہ خواہش رنگ نہیں لا سکی تھی۔ چیف آف آرمی اسٹاف نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ایک چوتھائی سے زائد کور کمانڈرز کی ہمدردی اس وقت عوام کے ساتھ تھی لہٰذا اگر باقی کمانڈرز ایکشن لینے پر تیار ہو جاتے تو فوج میں ہی خونریزی ہو جاتی۔ اس صورتِ حال کو سمجھنے کے باعث چیف آف آرمی اسٹاف صدرِ مملکت کی خواہش کا احترام کرنے سے قاصر تھا۔

ٹی وی مبصرین کے خیال کے مطابق اس وقت تک کئی ہزار افراد کو ہلاک کیا جا چکا ہوتا اگر صدر حیات پر غیر ملکی ذرائع ابلاغ کا دباؤ نہ پڑ جاتا۔ یہاں کے حالات کو دیکھتے ہوئے غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے صدر حیات کے خلاف کسی قدر سخت الفاظ کہے تھے اور کئی بڑے ملکوں کے سربراہوں نے بھی صدر حیات کے اقدامات پر ناخوش ہونے کا اظہار کیا تھا اور ان کی یہ خواہش بھی تھی کہ اس سلسلے میں یونائٹڈ نیشن کا ہنگامی اجلاس طلب کیا جائے۔ اسی قسم کی بات عالمی ہیومن رائٹس کمیشن کی طرف سے بھی کی گئی تھی۔

انہی سب باتوں کے دباؤ کی وجہ سے صدر حیات نے جنرل چنگیزی کو ہدایت کی تھی کہ ہاتھ ذرا ''ہلکا'' رکھا جائے۔

''ہلکا ہاتھ'' ہونے ہی کی وجہ سے ہلاکتیں اب بڑھ نہیں رہی تھیں۔

پشینہ حیات کے سلسلے میں حکومت کا یہ موقف بار بار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سامنے آرہا تھا کہ حکومت نے اغوا نہیں کیا۔
لیکن دانش یزدانی اور عوام یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

انہی حالات میں ٹی وی ہی کے ذریعے حکومت کی یہ پیشکش سامنے آئی کہ عوام جو کچھ چاہتے ہیں، اس سلسلے میں مذاکرات کیے جا سکتے ہیں۔ عوام اپنا نمائندہ وفد قصرِ صدارت بھیجیں لیکن یہ مذاکرات اسی شرط پر ہو سکتے ہیں کہ لوگ اب بڑے گراؤنڈ کی طرف نہ بڑھیں۔ پولیس اور سی ایس کے اہلکاروں کو بھی ہر قسم کے اقدامات سے روک دیا جائے گا۔

''عوام'' سے حکومت کی مراد دانش یزدانی ہی سے ہو سکتی تھی۔

ٹی وی چینلز پر تبصرے شروع ہو گئے۔ یہ سوال کیا گیا کہ کیا حکومت عوام کے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھانا چاہتی ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ وقت گزارا جائے؟ اس وقت میں وہ خطرناک اقدام کی تیاریاں کر لیتی۔

لوگوں کی ہلاکتوں کی وجہ سے دانش بہت دکھی ہو رہا تھا۔ اسے یہ بھی سوچنا پڑا کہ اس وقت پارٹی کے دوسرے لوگوں کے خیالات کیا ہوں گے۔ اس نے اس موقع پر مشاورت ضروری سمجھی۔ اس نے اشارہ کیا کہ کرین نیچے کی جائے۔ ساتھ ہی اس نے اپنا موبائل نکالا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس وقت ٹی وی چینلز سے کیا خبریں نشر ہو رہی تھیں۔

کرین جب نیچے پہنچی تو دانش نے موبائل بند کر دیا۔ وہاں پارٹی کے سرکردہ افراد موجود تھے جن میں صدر اسد گیلانی بھی تھا۔

''پہنچ گئے آپ بھی۔'' دانش اسے دیکھ کر خوش ہوا۔

''ضروری تھا کہ مشاورت میں آپ بھی ہوں۔''

ٹی وی چینلز سے مشاورت کی خبر بھی نشر ہو گئی۔

اس مشاورت میں ایک گھنٹے سے زیادہ گزر گیا۔ جس کی وجہ مختلف تجاویز تھیں۔ دانش کوشش کر رہا تھا کہ سب ایک بات پر متفق ہو جائیں۔

اسی وقت ہجوم میں سے ایک نوجوان شخص نے دانش وغیرہ کے قریب جانا چاہا لیکن گارڈز نے اسے روک لیا۔

''میں صرف یہ پیغام دانش صاحب تک پہنچانا چاہتا ہوں۔'' اس شخص نے ایک لفافہ دکھایا۔ دانش وغیرہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

''لفافہ لے لیں اس سے۔'' دانش نے کہا۔

ایک گارڈ نے لفافہ لے لیا اور قریب آ کر دانش کو دیا۔ دانش نے لفافہ چاک کر کے اس میں سے کاغذ نکالا۔ کاغذ پر ہاتھ کی جو تحریر تھی، وہ دانش کے لیے اجنبی نہیں تھی۔ وہ چونک گیا۔ پھر بھی اس نے سب سے پہلے نیچے لکھا ہوا نام دیکھا۔ وہ نام ''پشمینہ'' تھا۔

خط میں لکھا تھا۔ ''دانش ڈیئر! مجھے اغوا کرنے والے ناکام ہوئے تھے۔ میں اور ڈیبرا انہی کے ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فرار ہو سکے۔ اب ہم دونوں ایک محفوظ جگہ پر ہیں۔ ایسا بندوبست بھی ہو گیا ہے کہ میں فوراً تم تک پہنچ سکتی ہوں لیکن مجھے خاصا تیز بخار ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر نے بڑے یقین سے کہا ہے کہ رات تک بخار ٹوٹ جائے گا۔ میں بخار میں بھی تم تک پہنچ جاتی لیکن ضروری ہے کہ ریلی میں لوگوں کی تعداد اور بڑھ جائے۔ شاہ صاحب کے معتقدین بھی شامل ہو جائیں مگر ابھی میری شاہ صاحب سے فون پر بات ہوئی ہے۔ تعجب ہے کہ ابھی تک کسی ٹی وی نے بھی یہ خبر نشر نہیں کی۔ شاہ صاحب کا طیارہ کسی بڑی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے پڑوس کے ایک ملک میں اترنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خرابی دور ہونے میں کتنا وقت لگے گا۔ اسی وجہ سے ابھی شاہ صاحب کے معتقدین ریلی میں نہیں آ سکیں گے۔ انہیں شاہ صاحب کا انتظار رہے گا اور وہ ایئرپورٹ پر ہی رکیں گے۔ یہ ایک اچھا موقع ہے کہ حکومت کی پیشکش منظور کر لی جائے۔ صدر حیات کو اگر کسی وجہ سے کچھ وقت گزارنا ہے تو اب ہمیں بھی اس کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ ممکن ہے شاہ صاحب کل صبح تک آ سکیں۔ میں بھی بخار اترنے کے بعد کل آ سکوں گی۔ بخار نہ بھی اترا تو آؤں گی۔ فی الحال اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ ہمیں بھی کل تک کی مہلت مل جائے تو اچھا ہے۔ ویسے سب سے مشورہ بھی کر لو، جو تم کر ہی رہے ہو۔ پشمینہ۔''

دانش کو محسوس ہوا کہ اس کے ذہن سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا۔ پشمینہ کے بارے میں سوچ اس کے دماغ پر بہت دباؤ ڈالے ہوئے تھی۔

اس نے خط لفافے میں رکھ کر جیب میں ڈال لیا۔ اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ پشمینہ کے بارے میں کسی کو بتائے۔ اس کے خیال میں پشمینہ یہ بات لکھنا بھول گئی تھی کہ یہ بات پوشیدہ رکھ کر حکومت پر یہ دباؤ باقی رکھا جائے کہ اسے حکومت نے اغوا کیا ہے۔

☆☆☆

اسی وقت ٹی وی چینلز سے یہ بریکنگ نیوز چلی کہ شاہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صاحب کا طیارہ کسی ٹیکنیکل خرابی کے باعث وقت پر نہیں آسکے گا۔ چینلز سے اس ملک کا نام بھی نشر کر دیا گیا جہاں شاہ صاحب کے طیارے نے مجبوراً لینڈ کیا تھا۔

اس خبر نے ان لوگوں کو مضطرب کر دیا جو شاہ صاحب کے استقبال کے لیے ائرپورٹ پر جمع ہو چکے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے طور پر ٹی وی کی اس خبر کی تصدیق کر لی۔ وہاں فیصلہ یہ کیا گیا کہ جب تک شاہ صاحب کا طیارہ نہیں آجاتا، وہ لوگ ائرپورٹ پر ہی رکیں گے۔

کچھ ہی دیر بعد ٹی وی چینلز سے یہ خبر بھی نشر ہوئی کہ دانش یزدانی نے حکومت کی پیشکش قبول کر لی ہے اور جلد ہی تین آدمیوں کا ایک وفد پارٹی کے صدر اسد گیلانی کی سربراہی میں قصرِ صدارت جائے گا۔

نتیجے میں سی ایس اور پولیس کے جارحانہ اقدامات رک گئے۔ بڑے گراؤنڈ تک پہنچنے کی کوشش کرنے والے بھی راستے میں رک گئے۔ انہوں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ جہاں تک پہنچ گئے ہیں، وہیں رکیں گے، اپنے گھروں کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ پولیس اور سی ایس کے اہلکاروں نے جارحانہ اقدامات تو روک دیے تھے لیکن جہاں بھی ہجوم تھا، وہ اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑے رہے تھے۔

ٹی وی پر اب یہ تبصرہ شروع ہوا کہ حکومت دانش یزدانی کے وفد کو یرغمال بنا سکتی ہے لیکن زیادہ تر تجزیہ کاروں کے خیال میں حکومت ان حالات کو اس طرح مزید خراب نہیں کرے گی۔

طے پایا تھا کہ مذاکرات قصرِ صدارت میں نہیں بلکہ وزیراعظم ہاؤس میں ہوں گے۔ حکومت کی ترجمانی وزیراعظم، وزیرِ داخلہ اور صدر حیات کے دو مشیر کریں گے۔

مذاکرات کا آغاز دوپہر دو بجے ہوا۔ ری پبلکن فورم کا وفد اسی وقت وزیراعظم ہاؤس پہنچا تھا۔

حکومت اور عوام میں ایک اعتبار سے ''سیز فائر'' بھی ہو گیا تھا لیکن شہر بند ہی رہا۔ جگہ جگہ ہجوم نے پڑاؤ ڈال دیے تھے۔ عام لوگوں نے ان کے لیے دریوں اور شامیانوں کا بندوبست کر دیا تھا لیکن ہجوم اتنا تھا کہ سب لوگوں کے لیے یہ بندوبست نہیں ہو سکا تھا۔ بہت سے لوگوں کو اپنے گھروں سے دریاں منگوانی پڑیں۔ دھوپ میں ہی سہی لیکن اس طرح وہ لیٹ بیٹھ تو سکتے تھے۔ عام خیال یہ تھا کہ مذاکرات کے کئی دور ہو سکتے ہیں۔ ایک ہی ملاقات میں سب کچھ طے نہیں ہو جاتا۔

ٹی وی چینلز پر تبصرے جاری رہے۔ خیال کیا جا رہا تھا کہ صدر حیات کو اتنے شدید ردِعمل کی توقع نہیں تھی اور اسی لیے اس نے مصالحت کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی تھی یا وہ کسی بہت سخت کارروائی کرنے سے پہلے اس کی تیاری کے لیے کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔

مذاکرات کے بارے میں سُن گُن لینے کے لیے ٹی وی چینلز اور اخبارات کے نمائندے نہ صرف یہ کہ وزیراعظم ہاؤس کے پاس جمع تھے بلکہ سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے کہ انہیں مذاکرات کے بارے میں کوئی خبر مل جائے کہ وہ کس نہج پر چل رہے تھے۔

مذاکرات دو گھنٹے تک جاری رہے۔ اسد گیلانی اور ان کے ساتھ جانے والے دونوں افراد بڑے گراؤنڈ کی طرف واپس لوٹ گئے۔ حکومت کی طرف سے یہ نہیں بتایا گیا کہ مذاکرات کن بنیادوں پر ہوئے تھے، بس یہ اعلان کیا گیا تھا کہ مذاکرات کا دوسرا دور پانچ بجے سے ہوگا۔

یہ بات ری پبلکن فورم کی طرف سے سامنے آئی کہ ان کے مطالبات یہ تھے کہ صدر مملکت استعفا دیں، عبوری حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے، ملک میں صدارتی نظام کے بجائے حقیقی معنوں میں پارلیمانی نظام قائم ہونا چاہیے، یہ نام نہاد پارلیمانی نظام نہیں جس میں سارے اختیارات پس پردہ سہی لیکن صدر مملکت کے ہاتھ میں تھے۔ عبوری حکومت کو عام انتخابات کے لیے صرف ایک ماہ کی مہلت دی جائے گی اور پشمینہ حیات کو آزاد کیا جائے۔

ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ کسی ٹی وی چینل کو یہ اقدام کرنے دیا جائے کہ وہ ایک کرین کے ذریعے اپنا کیمرا اوپر لے جا سکے اور دانش یزدانی کو قریب سے دکھایا جا سکے۔

آخری مطالبہ فوراً مان لیا گیا۔ باقی معاملات پر بحث جاری رہی۔ آخر میں طے پایا تھا کہ حکومتی وفد کو یہ مینڈیٹ حاصل نہیں کہ وہ صدر کے استعفے کا مطالبہ تسلیم کر لے۔ حکومت کا یہ موقف بدستور تھا کہ پشمینہ حیات کو اس نے اغوا نہیں کروایا اس لیے آزاد بھی کیسے کر سکتی ہے۔

ری پبلکن فورم کی جانب سے کہا گیا کہ وہ اپنے کسی بھی مطالبے سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

شاہ صاحب نے ایک وڈیو پیغام بھجوایا تھا جو ٹی وی چینلز نے نشر کیا۔ اس میں شاہ صاحب نے کہا تھا کہ جب تک حکومت مطالبات تسلیم نہ کرے، لوگ اپنی اپنی جگہ پر جمے رہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ یہیں کی حکومت کے طیارے سے آرہے تھے جس کی ٹیکنیکل خرابی ابھی تک دور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں ہو سکی تھی۔ انہیں شبہ تھا کہ ٹیکنیکل خرابی نہیں ہوئی ہے بلکہ اسے صدر حیات کے حکم سے راستے ہی میں رکوا دیا گیا ہے۔ انہوں نے مقامی حکومت سے طیارہ چارٹرڈ کروانا چاہا تھا مگر ان لوگوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی ہے کہ ان کے ملک کے ائرپورٹ پر لوگوں کا جو ہجوم ہے، وہ کسی وقت بھی کچھ کر سکتا ہے اس لیے وہ اپنا کوئی طیارہ خطرات میں نہیں جھونک سکتے۔ نیز یہ کہ یہاں کی حکومت نے بھی انہیں لینے کے لیے دوسرا طیارہ بھیجنے سے معذرت کرتے ہوئے مختلف بہانے تراشے تھے اس لیے اب وہ کسی تیسرے ملک سے طیارہ چارٹرڈ کرانے کے لیے کوشاں ہیں۔

ری پبلکن فورم اور حکومت کے مذاکرات کا دوسرا دور پانچ بجے شروع ہوا جس میں یہ مطالبہ بھی شامل کیا گیا کہ حکومت شاہ صاحب کو لانے کے لیے دوسرا طیارہ بھیجے۔

حکومتی وفد نے ان مذاکرات میں کہا تھا کہ صدر استعفا تو نہیں دیں گے لیکن وزیراعظم کو تمام اختیارات سونپ دیں گے اور اسی کے ذریعے عبوری حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے گا جو ایک ماہ کے اندر انتخابات کرانے کی پابند ہوگی۔ پشمینہ حیات کے سلسلے میں کہا گیا تھا کہ وہ بہت جلد اس کا ثبوت فراہم کر دے گی کہ اس اغوا میں اس کا ہاتھ نہیں تھا۔

اس طرح دوسرا دور بھی ناکام رہا لیکن یہ طے پایا کہ معاملات سلجھنے کے امکانات ہیں اس لیے تیسرا دور رات کو دس بجے کیا جائے گا۔

ٹی وی چینلز پر تبصرے شروع ہو گئے۔ اس بات پر یقین کیا جانے لگا کہ حکومت کسی وجہ سے وقت گزارنے کی کوشش کر رہی ہے اور یہ قطعی طے ہے کہ صدر کے استعفے کا مطالبہ کسی صورت میں نہیں مانا جائے گا۔

یہ تبصرے غلط نہیں تھے۔ قصرِ صدارت میں وزیراعظم سے کہا جا رہا تھا۔ ''بس ان باتوں میں کسی طرح آج کی رات گزار دو۔ کل صبح حالات پر قابو پانے کے لیے فیصلہ کن اقدام کیا جائے گا۔''

''پریسیڈنٹ سر!'' وزیراعظم نے کہا۔ ''ابھی ابھی یہ تشویش کی خبر سننے میں آئی ہے کہ یونائیٹڈ نیشن نے کل رات ہی ہنگامی اجلاس طلب کر لیا ہے۔''

''کل رات ابھی دور ہے۔'' صدر حیات نے غصے سے کہا۔ ''میں صرف آج رات کی مہلت چاہتا ہوں۔ کیوں چنگیزی؟''

''جی ہاں سر!'' چنگیزی نے جواب دیا۔ ''آج رات معاملات سنبھالنے کی تیاری مکمل کر لی جائے گی۔''

وزیراعظم نے صدر حیات کو یقین دلایا کہ وہ مذاکرات کے تیسرے دور کا اختتام اس بات پر کرے گا کہ آخری اور فیصلہ کن مذاکرات کل صبح سات بجے ہوں گے۔

چنانچہ تیسرے دور میں اسد گیلانی کے وفد سے ڈھائی گھنٹے کی بحث کے بعد کہا گیا کہ اگر وہ لوگ اپنے کسی مطالبے سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں تو ملک کے حالات درست کرنے کے لیے وزیراعظم خود صدر کو مجبور کرے گا کہ وہ استعفا دے دیں اور پشمینہ کے سلسلے میں کہا گیا کہ اس بارے میں ثبوت حاصل کرنا خاصا دشوار طلب ہو رہا ہے تاہم کل صبح تک وہ ثبوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس کے بعد آدھی رات کو دانش یزدانی اور اس کے ساتھیوں سے مشاورت شروع ہوئی۔

''صدر حیات کسی وجہ سے صرف وقت گزارنا چاہتا ہے۔'' دانش یزدانی نے کہا۔ ''اور ہمیں بھی اسی کی ضرورت ہے۔ مجھے ایک خاص ذریعے سے فون پر اطلاع ملی ہے کہ شاہ صاحب کچھ بندوبست کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ صبح چھ بجے تک انہیں کوئی طیارہ مل جائے گا جس سے وہ ساڑھے چھ بجے تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد وہ سارا ہجوم بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔''

وہ رات لوگ ائرپورٹ اور شہر کی سڑکوں پر گزار رہے تھے۔ انہیں کل صبح کے آخری مذاکرات کا انتظار تھا۔ یہ اطلاع انہیں بھی مل چکی تھی کہ شاہ صاحب صبح ساڑھے چھ بجے پہنچ جائیں گے۔

اس رات ملک کے بچوں کے سوا کوئی بھی نہیں تھا جو سو سکا ہو۔ سب کی آنکھیں ٹی وی چینلز پر جمی ہوئی تھیں۔ سب کے دل دھڑک رہے تھے کہ کل کیا ہوگا؟

سیاسی جماعتوں کے ہنگامی اجلاس مسلسل جاری تھے۔ اب وہ لوگ ''اتحاد'' بنانے سے زیادہ اس پر غور کر رہے تھے کہ اس احتجاج میں ری پبلکن فورم کے ساتھ شامل ہو جائیں کیونکہ اس کی جیت یقینی معلوم ہونے لگی ہے۔ ساتھ دینے کی صورت میں اس کا امکان تھا کہ آئندہ جو حکومت بنے، اس میں انہیں بھی کچھ حصہ مل جائے۔

صدر حیات اور جنرل چنگیزی کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں تھا کہ اس رات کیا ہونے والا تھا۔

☆☆☆

رات کے تین بجے تھے جب سی ایس کے کمانڈوز کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ایک گروپ جنرل آفتاب کے گھر کا گھیراؤ کر چکا تھا۔

جنرل آفتاب ان کور کمانڈرز میں سرفہرست تھا جن کی ہمدردیاں احتجاج کرنے والے عوام کے ساتھ تھیں اور جن کی وجہ سے چیف آف آرمی اسٹاف فوج کو عوام کے خلاف لانے سے گریزاں تھا۔

سی ایس کے کمانڈوز بے تحاشا فائرنگ کرتے، فوجی محافظوں کو ہلاک کرتے، دروازے کھڑکیاں توڑتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئے۔

گھر کے دیگر افراد کے علاوہ میجر جنرل آفتاب بھی فائرنگ کی آوازوں سے جاگ گیا تھا اور اس کی بیوی بھی۔

جنرل آفتاب نے ایک ہاتھ سے ریوالور نکالا اور دوسرے ہاتھ سے موبائل فون۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ حملہ آور سی ایس کے لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ موبائل پر اس نے اپنے ہمنوا لیفٹیننٹ جنرل آغا سے رابطہ کر کے اسے صورت حال سے آگاہ کرنا چاہا تھا۔

اس وقت سی ایس کے کمانڈوز اس کی خواب گاہ کا دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جنرل آفتاب کی بیوی کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔

"میرے..... میرے بچے....." اس کی کپکپاتی روہانسی آواز جنرل آفتاب نے سنی لیکن نظر انداز کر دی۔ وہ موبائل کان سے لگائے ہوئے تھا لیکن دوسری طرف سے کال ریسیو نہیں کی جا رہی تھی۔ اس سے جنرل آفتاب نے یہی سمجھا کہ جنرل آغا اپنا فون بند کر کے سویا تھا یا حکومت نے سیلولر کمپنیوں کے ذریعے کوئی خرابی کروا دی تھی۔

دوسری مرتبہ جنرل آفتاب نے میجر جنرل حیدر سے رابطہ کرنا چاہا لیکن اسی وقت کمرے کا دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔

جنرل آفتاب نے اپنی یقینی موت کا چہرہ دیکھ لیا چنانچہ اس کے ریوالور نے بھی اندر آنے والوں پر اپنا ریوالور خالی کر دینا چاہا لیکن وہ دو کے بعد تیسری گولی نہ چلا سکا۔ اَن گنت گولیوں نے اس کا سارا جسم چھلنی کر دیا تھا۔ حملہ آوروں نے یہی سلوک اس کی بیوی کے ساتھ بھی کیا۔ خون میں لت پت ان دونوں کے جسم ایک دوسرے پر گرے۔

گھر کے دوسرے لوگوں کو پہلے ہی ختم کیا جا چکا تھا جن میں جنرل آفتاب کے آٹھ سالہ بیٹے کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا تھا۔

اسی قسم کے واقعات جنرل آفتاب کے تمام ساتھی کور کمانڈرز کے ساتھ بھی پیش آئے۔ ان میں سے دو کو اغوا کر

آخری لمحہ

زندگی کا قصہ آنکھ کے کھلنے اور بند کرنے تک کا وقفہ ہے، آخری صفحات پر کاشف زبیر کے قلم سے آخری تحریر سسپنس کے قارئین کے لیے

آخری معرکہ

ابتدائی صفحات کا دلکش اور سحر انگیز انداز الیاس سیتاپوری کے قلم کا جادو..... بلاکو خان کے واقعات کا تسلسل

شیش محل

ماں کا انتقام لینے کے ارادے سے سفر کرنے والی جولیٹ دشمنوں کی محبتوں کی اسیر ہو کر ایک اور ہی راہ پر محو سفر ہو گئی.....

اسماء قادری کے خیالات کی پرواز

ماروی

رفتہ رفتہ اختتامی مراحل میں داخل ہونے والے کرداروں کو اپنا انجام جب واضح نظر آنے لگا تو گیدڑ کے مانند جائے پناہ تلاش کرنے لگے..... محی الدین نواب کی کاوشوں کا احوال

میری بات تو سنو

نامور قلم کار طاہر جاوید مغل کا سال کے پہلے شمارے کے لیے ایک خوبصورت تحفہ

جنوری 2017ء..... نئے سال کا نیا تحفہ

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

مزید

خطوط کی محفل، محفل شعر و سخن اور مرزا امجد بیگ کا دبنگ انداز

اس کے علاوہ

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی، منظر امام، تنویر ریاض، سلیم انور، علی اختر اور ڈاکٹر شیر شاہ سید کی دلچسپ کہانیاں آپ کی منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے بھی لے جایا گیا۔ انہیں روح کو لرزا دینے والا تشدد کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔

ساڑھے پانچ بجے تک سی ایس کا یہ آپریشن مکمل ہو چکا تھا جس کی خبر کسی ٹی وی چینل کو نہیں مل سکی تھی اور اگر مل بھی جاتی تو وہ اسے نشر نہ کر پاتے کیونکہ ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ رات کے دو بجے کوئی آرڈی نینس جاری کیا گیا تھا۔

میڈیا آرڈی نینس جس کے باعث کوئی ٹی وی چینل ملکی حالات کی خبریں دے سکتا تھا، نہ کسی چینل پر حکومت کے خلاف کوئی بات کہی جا سکتی تھی۔

تمام چینلز ملک کا ایک ادارہ چلا رہا تھا اس لیے جب چند چینلز نے اس آرڈی نینس کی ذرا بھی خلاف ورزی کی، ان کی نشریات بند کر دی گئیں۔ صبح ہونے پر ان کے لائسنس بھی منسوخ کر دیے جاتے۔ ان کے مالکان کے خلاف تادیبی کارروائی بھی ہوتی۔

اس عمل سے ری پبلکن فورم کے ذمے داران میں بھی ہلچل مچ گئی۔

''صدر حیات کوئی بہت خطرناک قدم اٹھانے والا ہے۔'' دانش یزدانی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

پارٹی کے صدر اسد گیلانی نے موبائل پر وزیر داخلہ سے رابطہ کیا اور اس سے کہا۔ ''یہ آرڈی نینس مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے جاری کیا گیا ہے۔''

''ہرگز نہیں۔'' وزیر داخلہ کا جواب تھا۔ ''ان ٹی وی چینلز پر جو تبصرے اور تجزیے ہو رہے تھے، ان سے عام لوگ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو رہے ہوں گے۔ یہ آرڈی نینس ان لوگوں کو ذہنی انتشار سے بچانے کے لیے جاری کیا گیا ہے۔ ہمارے مذاکرات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

ری پبلکن فورم کے لوگوں کے لیے یہ شافی جواب نہیں تھا۔

''جھوٹ بول رہا ہے وہ!'' اسد گیلانی نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''اگر صبح کے اخباروں میں حکومت کی خواہش کے خلاف کوئی بات ہوئی تو وہ اخبار پریس سے ہی نہیں نکلنے دیا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے کسی نہ کسی بات کو جواز بنا کر سارے ہی چینل بند کر دیے جائیں۔''

''عوام کو اس کے لیے تیار کیا جانا چاہیے۔'' کسی نے کہا۔ ''غیر ملکی چینلز سننے کے لیے ڈش استعمال کی جائے۔''

یہ بات عوام خود سوچ چکے تھے اور جن کے گھروں پر ڈش بیکار پڑی ہوئی تھیں، انہیں دوبارہ ٹی وی سے مربوط کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔

پانچ بجے ایک غیر ملکی چینل سے یہ خبر نشر ہو گئی کہ تھوڑی دیر قبل شاہ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی کہ طیارے کی ٹیکنیکل خرابی دور ہو چکی ہے لیکن شاہ صاحب نے اسی طیارے سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا جو انہوں نے چارٹر کیا تھا۔ پانچ بج کر پانچ منٹ پر وہ اس طیارے سے پرواز بھی کر چکے تھے۔ پرواز سے قبل ان سے ایک غیر ملکی نمائندے نے سوال کیا تھا کہ وہ اپنے ہی ملک کے طیارے سے کیوں نہیں جاتے۔

شاہ صاحب کا جواب تھا۔ ''ایک تو یہ کہ وہ طیارہ آ چکا ہے جو میں نے چارٹر کیا ہے۔ دوسرے مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ اگر میں نے اپنے ملک کے طیارے میں سفر کیا تو ممکن ہے، اس کا پائلٹ حکومت کے حکم سے کسی دوسرے چھوٹے موٹے ائرپورٹ پر لے جا کر اتار دے۔ جو لوگ وہاں میرے استقبال کے لیے ائرپورٹ پر جمع ہو چکے ہیں، وہ کیا کریں گے۔''

غرضیکہ ائرپورٹ پر آرام کرتے ہوئے لوگ فوراً اٹھ بیٹھے اور پُرجوش نعرہ بازی شروع ہو گئی۔

شاہ صاحب کو پانچ بج کر پینتیس منٹ پر وہاں پہنچنا تھا لیکن ذرا دیر بعد ہی لوگوں نے یہ خبر سنی کہ طیارہ جیسے ہی اپنے ملک کی حدود میں داخل ہوا تھا کہ کسی جانب سے چلائے جانے والے راکٹ نے طیارے کو فضا ہی میں دھماکے سے اُڑا دیا۔

شاہ صاحب کی یقینی موت!

''یہ سی ایس کی کارروائی ہے۔'' کسی چینل نے دانش یزدانی کی آواز لوگوں تک پہنچا دی۔

اس نے مزید بہت کچھ کہا ہو گا لیکن فوراً ہی نہ صرف اس چینل کی بلکہ تمام چینلز کی نشریات بند کر دی گئیں۔

شاہ صاحب کے معتقدین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور ان کی بڑی تعداد نعرے لگاتی ہوئی بڑے گراؤنڈ کی طرف بڑھنے لگی۔ اس وقت فوری طور پر سی ایس یا پولیس نے کوئی ایکشن نہیں لیا کیونکہ انہیں قصر صدارت سے اس کا حکم نہیں ملا تھا۔ حکم نہ ملنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت چیف آف آرمی اسٹاف نے صدر کا حکم ملنے پر ایک ہیلی کاپٹر میں قصر صدارت کا رخ ابھی کیا ہی تھا۔ ان دونوں کی ملاقات ابھی نہیں ہوئی تھی۔

جو طیارہ تباہ ہوا، وہ ایک بڑے مغربی ملک کا تھا۔ اس کے وزیر خارجہ نے پانچ منٹ بعد ہی اعلان کر دیا کہ ہم

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس واقعے کو اعلانِ جنگ سمجھ رہے ہیں۔

"یہ بہت خطرناک بات ہوئی ہے پریسیڈنٹ سر!" آرمی چیف نے ملاقات ہونے پر صدر حیات سے پہلی بات یہی کی۔ "اس طیارے کو تباہ کروا کے آپ نے ایک اور مصیبت مول لے لی ہے۔"

"یہ میں نے نہیں کروایا۔" صدر حیات نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ خودری پبلکن فورم والوں نے کروایا ہوگا تاکہ اس شخص کی موت سے لوگوں کا اشتعال اور بڑھ سکے۔"

آرمی چیف نے اس جواب کو جھوٹ سمجھا ہو یا نہ نہیں، مگر عوام کو یقین تھا کہ یہ سی ایس والوں کی حرکت تھی۔ ان کا غم و غصہ اب جیسے آسمان کو چھو رہا تھا۔ شہر میں پھر ایک طوفان آ گیا۔ صدر حیات کے دو تین مجسمے پہلے ہی گرائے جا چکے تھے، اب باقی مجسمے بھی گرائے جانے لگے۔ سرکاری عمارتوں اور پولیس اسٹیشنوں کو آگ لگائی جانے لگی۔

چھ بج کر کچھ منٹ پر سی ایس اور پولیس کے اہلکار بھی جوابی کارروائی شروع کر چکے تھے۔ سارے شہر میں آنسو گیس، واٹر کینن کے علاوہ گولیاں بھی برسائی جانے لگیں۔

شاہ صاحب کی ہلاکت کی خبر سن کر پشینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔ ڈیبرا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ وہ مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی شاہ صاحب کی انتہائی معتقد تھی۔

پشینہ نے جذبات میں ڈوبی بھرائی ہوئی آواز میں موبائل فون پر دانش یزدانی سے کہا۔ "میں ایک گھنٹے کے اندر اندر تم تک پہنچ جاؤں گی۔ اس وقت تک شاہ صاحب کے معتقدین بھی بڑی تعداد میں بڑے گراؤنڈ تک پہنچ چکے ہوں گے۔"

"مگر کیسے؟" دانش یزدانی یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ان حالات میں پشینہ اس تک کیسے پہنچ سکے گی۔ ہر طرف تو قیامت برپا ہو چکی تھی۔

لیکن پشینہ نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ رابطہ منقطع کر کے اس نے شاہ صاحب کی بیٹی اقصیٰ سے رابطہ کیا جس نے روتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"ہمت کرو اقصیٰ!" پشینہ نے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا۔ "اب تمہیں ہی شاہ صاحب کی جگہ قیادت سنبھالنی ہوگی۔ بڑے گراؤنڈ کی طرف بڑھو، آج ہی صدر حیات کا روز حساب ہے۔"

"ہم اب بڑے گراؤنڈ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔" اقصیٰ نے روتے ہوئے جواب دیا۔

شاید وہ بھی اسی الجھن کا شکار ہوتی جو دانش کو لاحق ہوئی تھی مگر اس وقت اس کے دل و دماغ کو باپ کی موت کے صدمے نے گھیر رکھا تھا۔

غیر ملکی ذرائع نے ایک اور خبر بھی نشر کر دی جو ان تک نہ جانے کس نے پہنچائی ہوگی۔ انہوں نے بتا دیا کہ صدر حیات کی نئی قائم کردہ ایجنسی سی ایس نے فوج کے متعدد کور کمانڈرز کو ہلاک کر دیا ہے جن کی تعداد ابھی نہیں معلوم ہو سکی اور نہ یہ معلوم ہوا ہے کہ انہیں کیوں ہلاک کیا گیا ہے۔

لیکن دانش یزدانی جانتا تھا کہ انہیں ہی ہلاک کرنے کے لیے صدر حیات نے مذاکرات کی آڑ میں وقت گزارا تھا۔

پشینہ سے دانش کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی تھی کہ کچھ کور کمانڈرز کی ہمدردیاں عوام کے ساتھ تھیں اس لیے فوج کو عوام کے خلاف کھڑا کرنا صدر حیات کے لیے مشکل تھا۔ ان کور کمانڈرز کو ختم کروا کے صدر حیات نے اپنے لیے راہ ہموار کر لی تھی۔

لیکن دانش کو ابھی تک کہیں سے اطلاع نہیں ملی تھی کہ فوج عوام کے سامنے آئی ہو۔ اس کی وجہ اس کے سامنے آ بھی نہیں سکتی تھی۔

شاہ صاحب کے طیارے کی تباہی کے آدھے گھنٹے بعد ہی آرمی چیف صدر حیات کے سامنے بیٹھا کہہ رہا تھا۔

"پریسیڈنٹ سر! اب اگر فوج کو عوام کے خلاف کھڑا کیا گیا تو صورتِ حال بہت زیادہ خراب ہو جائے گی۔ اس طیارے کی تباہی نے ایک اور مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ اس ملک کے وزیر خارجہ نے یہ اعلان کر ہی دیا تھا کہ اس واقعے کو اعلانِ جنگ سمجھا جائے گا لیکن ابھی جب میں آپ کے پاس آ رہا تھا تو اس ملک کے آرمی چیف نے مجھے فون کیا تھا۔ اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔ اس نے کہا کہ اب اگر فوج نے عوام کو کچلنا چاہا تو اس میں کوئی شبہ ہی نہیں رہ جائے گا کہ طیارے کو تباہ کرنے کی سازش میں آپ کے ساتھ میں بھی شریک تھا۔ اس صورت میں وہ جلد ہی اپنی فوج بھی یہاں اتار دے گا اور اس اقدام میں اسے یو این او کی حمایت حاصل ہوگی۔ اس کے طیارے ہمارے فوجی اڈوں پر بمباری بھی شروع کر دیں گے اور اس کا بھی قوی امکان ہے کہ آج کے یو این او کے ہنگامی اجلاس میں یہ قرارداد بھی منظور کر لی جائے گی کہ یہاں کے عوام کی مدد کے لیے یو این او کی فوج بھی یہاں بھیج دی جائے۔ اب آپ جو حکم دیں، میں وہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بس اس کے لیے تیار

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہے گا کہ پھر ہمیں ایک بڑی طاقت سے جنگ کے لیے بھی تیار ہونا پڑے گا لیکن کیا ہم اس سے ٹکر لے سکیں گے؟"

صدر حیات نے اس کی آدھی سے زیادہ باتیں غصے میں ٹہلتے ہوئے سنی تھیں۔ آرمی چیف کے خاموش ہوتے ہی وہ گرج کر بولا۔ "یہ میرا حکم ہے کہ عوامی بغاوت کو سختی سے کچل دو۔ یہ میرا ملک ہے۔ میں یہاں جو چاہوں، کروں۔ ساری دنیا بھی میری مخالف ہو جائے گی تو میں لڑوں گا۔"

صدر حیات کی عقل اس وقت غصے کی آگ کا ایندھن بن چکی تھی۔

اس کے حکم سے آرمی چیف کے چہرے کے عضلات تن گئے۔ تاہم اس نے نرم لہجے میں جواب دیا۔ "پریسیڈنٹ سر! میں نے جو ابھی یہ کہا تھا کہ آپ جو حکم دیں، وہ کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن یہ میں نے آپ کے احترام میں کہا تھا۔ میں جو حلف اٹھا چکا ہوں، اس سے انحراف نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کی بقا کے لیے حلف اٹھایا تھا۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے ہی کسی اقدام کی وجہ سے یہ ملک تباہ ہو جائے۔ اور اس ملک کی عوام بے موت مارے جائیں۔"

"جنرل!" صدر حیات بہت زور سے گرجا تھا۔ "تم بھول رہے ہو کہ تم پر میرے کتنے احسانات ہیں۔"

"انہی کے بوجھ سے تو دبا ہوا ہوں سر!" جنرل نے اب بھی تحمل سے جواب دیا۔ "میں آپ کے حکم کی تعمیل کرنے سے معذور ہوں تو آپ مجھے معطل کر دیجیے! میری جگہ کسی اور کو لے آیئے! اگر آپ مجھے معطل نہیں کرنا چاہیں گے تو میں خود اسی وقت استعفا دینے کے لیے تیار ہوں۔"

اس وقت ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صدر حیات اس سے فوراً استعفا مانگ لیتا لیکن غصے کی شدت اتنی ہو چکی تھی کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ بھی نہیں کر سکا جو شاید اس کے حق میں جاتا۔ اس نے غصے سے گرج کر حکم صادر کیا۔ "تم جا سکتے ہو!"

آرمی چیف مزید کچھ کہے بغیر اٹھا اور سلام کر کے کمرے سے چلا گیا۔

یہی وجہ تھی کہ ابھی تک عوام کو فوج کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا، صرف سی ایس اور پولیس کے اہلکاروں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے باوجود غیر ملکی ذرائع یہ خبر نشر کر رہے تھے کہ حکومت کے خلاف اٹھنے والے طوفان میں ہزاروں افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

جن لوگوں کے گھروں پر ڈش تھی، وہ ذرائع ابلاغ کی خبریں سن رہے تھے اور فون کے ذریعے دوسرے لوگوں کو اطلاع دے رہے تھے۔ اس طرح دو خبریں ہر طرف پھیل رہی تھیں۔

دانش یزدانی نے یہ خبر بھی سنی کہ صدر حیات اور آرمی چیف کی ملاقات ہوئی تھی جس کے بعد اب آرمی چیف کی صدارت میں کور کمانڈرز کا ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔

"ہم اب فوج سے بھی ٹکر لیں گے۔" یزدانی نے جوش میں اعلان کیا۔ اسے حقیقت کا علم بہر حال نہیں تھا۔

"ہمیں خون کے آخری قطرے تک اپنی آزادی اور جمہوریت کی بقا کی جنگ لڑنی ہے۔ فوج نے اگر مارشل لا لگایا تو ہم اس کے سامنے سینہ سپر ہوں گے۔"

اسی وقت ہجوم نے دیکھا کہ فضا میں ایک ہیلی کاپٹر نمودار ہوا تھا۔ وہ تیزی سے کرین کے اس بلند پلیٹ فارم کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں دانش یزدانی کھڑا ہوا تھا۔

ہر طرف بے چینی پھیل گئی۔ لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ حکومت نے دانش یزدانی کو ختم کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا ہے۔

خاصے لوگوں کے پاس کلاشنکوف اور اس قسم کا دیگر اسلحہ بھی تھا جو اٹھا لیا گیا تا کہ ہیلی کاپٹر پر گولیاں برسا سکیں۔

اس وقت ضروری تھا کہ کرین، دانش یزدانی کو نیچے لے آتی۔ کرین کو اوپر لے جانے یا نیچے لانے کا میکنزم نیچے ہی تھا لیکن اس کے ذمے دار اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے تھے جب تک انہیں دانش یزدانی کا حکم نہ ملے۔ اسی لیے پارٹی کے صدر اسد گیلانی نے موبائل پر دانش سے رابطہ کرنا چاہا لیکن لائن انگیج تھی۔ اسد گیلانی نے جب نمبر ملانے کے بعد اوپر دیکھا تھا تو دانش موبائل نکال کر اپنے کان سے لگا چکا تھا۔

"یہ میں ہوں دانش، ہیلی کاپٹر میں۔" دانش کو پشمینہ کی آواز سنائی دی تھی۔ "میں اور ڈیبرا آ رہے ہیں۔ کسی وجہ سے کچھ دیر ہو گئی۔ کہیں تم ہیلی کاپٹر پر فائرنگ نہ شروع کر دینا۔"

دانش حیران رہ گیا کہ پشمینہ کو ہیلی کاپٹر کہاں سے مل گیا، لیکن اسے اس پر غور کرنے کی مہلت حاصل نہیں تھی۔ اس نے لوگوں کو اسلحہ سنبھالتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس نے فوراً اعلان کیا۔

"کوئی فائرنگ نہ کرے۔ کوئی فائر نہ کرے۔ ہیلی کاپٹر میں پشمینہ حیات آ رہی ہیں۔ وہ حکومت کی قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔"

اسے یہ ڈراما جاری رکھنا تھا کہ پشمینہ کو حکومت ہی نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اغوا کروایا تھا۔

پشینہ حیات کا نام سنتے ہی اسلحہ نیچے کرلیا گیا اور سارا گراؤنڈ پشینہ حیات ''زندہ باد'' کے نعروں سے گونجنے لگا۔

☆☆☆

پشینہ نے رات ہی کو سمجھ لیا تھا کہ شہر میں جو حالات تھے، وہ صبح تک مزید خراب ہو جاتے۔ بڑے گراؤنڈ تک پہنچنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا۔

وہ بخار میں مبتلا ہوئی تھی تو اقصیٰ کے فلاحی ادارے کے ایک ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کر کے اسے دوا دی تھی۔

اس مسئلے پر مشاورت ہوئی کہ پشینہ بڑے گراؤنڈ تک کس طرح پہنچ سکتی ہے۔ اس وقت اقصیٰ وہیں تھی اور مشاورت میں شامل تھی۔ اسی نے ایک ائرو کلب سے رابطہ کر کے پشینہ کے لیے ہیلی کاپٹر کا بندوبست کیا تھا۔

ائرو کلب والے اس کے لیے فوراً تیار ہو گئے تھے۔ اس وقت سارے ملک کی یہی حالت تھی۔ سبھی صدر حیات کے خلاف ہو چکے تھے اور ان کی آخری امید پشینہ ہی سے وابستہ تھی۔ صرف صدر کا مراعات یافتہ طبقہ ہی اس وقت عوام کے خلاف تھا۔

اقصیٰ کو ائرپورٹ جانے والی ریلی کی قیادت کے لیے جانا تھا اس لیے پشینہ اور ڈیبرا کو لینے کے لیے اسی وقت ہیلی کاپٹر منگوا لیا گیا تھا۔ ڈیبرا اور پشینہ اسی وقت ائرو کلب منتقل ہو گئی تھیں۔ پشینہ اسی وقت منتقلی چاہتی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر اس کا بخار جلد اتر گیا تو وہ فوراً ہی بڑے گراؤنڈ کی طرف روانہ ہو جائے گی لیکن صبح تک بھی اس کا بخار پوری طرح نہیں اترا تھا۔ اسے حرارت باقی رہی تھی جب اس نے شاہ صاحب کے طیارے کی تباہی کی خبر سننے کے بعد اسی حالت میں بڑے گراؤنڈ پہنچنے کا فیصلہ کیا تھا۔

جس وقت اس کا ہیلی کاپٹر دانش یزدانی کی کرین کی طرف بڑھ رہا تھا، اس وقت تک ایک ہجوم نے حکومت کے اس ادارے پر قبضہ کر لیا تھا جہاں سے ٹی وی چینلز کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے تمام ٹی وی چینلز کی نشریات بحال کر دی تھیں اور انہوں نے میڈیا آرڈی نینس کی پروا کیے بغیر اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ صورتِ حال ایسی بن چکی تھی کہ بہت بڑی اکثریت اپنی زندگی قربان کرنے کے لیے تیار ہو چکی تھی۔

ٹی وی چینلز نے پشینہ اور ڈیبرا کو ہیلی کاپٹر سے کرین پر اترتے ہوئے بھی دکھایا۔ انہیں اتار کر ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا تھا۔

اب دانش کے بجائے پشینہ کی آواز لاؤڈ اسپیکر پر گونجنے لگی۔ اس وقت تک شاہ صاحب کے معتقدین کی بڑی تعداد بھی بڑے گراؤنڈ میں پہنچ چکی تھی۔ وہ گراؤنڈ جو ایک لاکھ آدمیوں کے لیے تھا، وہاں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ جمع ہو چکے تھے اور سڑکوں پر تو مار دھاڑ کا سلسلہ جاری ہی تھا۔

اب ایک خبر یہ بھی چل رہی تھی کہ گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ جن کے پاس اسلحے کا لائسنس تھا، وہ بھی اسلحہ لے کر میدان میں آ گئے تھے اور جن نوجوانوں کے پاس لائسنس نہیں تھا، وہ بھی اپنے بڑوں کا اسلحہ لے کر گھروں سے نکل پڑے تھے۔ نتیجے میں اب پولیس اور سی ایس کے اہلکاروں پر بھی گولیاں چل رہی تھیں۔ اس وقت تک کی اطلاع کے مطابق سی ایس کے پانچ اور پولیس کے تین اہلکار مارے جا چکے تھے جن میں سی ایس کے دو افسران بھی شامل تھے اور صدر سے اس صورتِ حال کے بارے میں بات کرنے کے لیے جنرل چنگیزی قصرِ صدارت پہنچ گیا تھا۔

''اب کوئی بہت سخت قدم اٹھانا پڑے گا پریسیڈنٹ سر!'' اس نے صدر حیات سے کہا تھا جس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ وہ رات سے اب تک نہیں سویا تھا اور غصے میں بھی تھا۔

اس سے پہلے کہ صدر حیات جواب میں کچھ کہتا، اس کے ملٹری سیکریٹری نے اطلاع دی کہ آرمی چیف قصرِ صدارت آنے کی اجازت چاہتا ہے۔

''آنے دو!'' صدر حیات نے اس سے کہا۔

ملٹری سیکریٹری کمرے سے رخصت ہوا تو صدر نے کہا۔ ''کور کمانڈرز کا اجلاس ہوا تھا۔ اب سارے کور کمانڈرز ہماری حمایت میں ہیں۔ جنرل صاحب پر دباؤ پڑ گیا ہوگا۔'' غصے کے باوجود صدر حیات کے ہونٹوں پر ہلکی سی فاتحانہ مسکراہٹ آ گئی۔ ''اب وہ یہ اجازت لینے آ رہا ہوگا کہ سڑکوں پر کس حد تک لاشیں بچھائی جا سکتی ہیں۔''

جنرل چنگیزی نے سر ہلایا۔ وہ بھی کچھ خوش دکھائی دیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''میرے لیے اب کیا حکم ہے؟''

''تم ابھی باہر بیٹھو۔ انتظار کرو۔ پہلے میں اس سے ملاقات کر لوں۔ امکان ہے کہ اب سی ایس کو کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔''

''حالات کے بارے میں آپ کو تفصیلی رپورٹ دینا ہے مجھے۔ ابھی معلوم ہوا ہے کہ.....''

''سب معلوم ہے مجھے۔'' صدر حیات نے جھنجلا کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اس کی بات کاٹ دی۔ حالانکہ اسے حالات کا صحیح طور پر علم نہیں تھا۔ جب سے ملک کے چینلز نے نشریات شروع کی تھیں، اس نے طیش میں آکر ٹی وی ہی بند کر دیا تھا۔

جنرل چنگیزی سر ہلا کر کمرے سے نکل گیا۔

آرمی چیف کا ہیلی کاپٹر پچیس منٹ میں قصرِ صدارت پہنچ گیا اور پانچ منٹ گزرنے سے پہلے وہ صدر حیات کے سامنے تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، صدر حیات بول پڑا۔ ''کسی بات کی اجازت لینے کے لیے تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مجھ سے پوچھے بغیر تم ہر قدم اٹھا سکتے ہو۔ یہ بغاوت ہر صورت میں کچلنا ہے۔''

''میں یہ عرض کرنے آیا تھا سر، کہ اب فوج بھی کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی لہٰذا.....''

''کیا؟'' صدر حیات یک بہ یک بول اٹھا۔ یقیناً اس کے دماغ کو اچھا خاصا جھٹکا لگا ہوگا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟ اب کیا رکاوٹ ہے؟ ان کور کمانڈرز کو ختم کیا جا چکا ہے جو تمہارے راستے کی رکاوٹ تھے۔''

''لیکن اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ شاید ہی کوئی شہر بچا ہو جہاں لوگ سڑکوں پر نہ آگئے ہوں۔ کور کمانڈرز اپنی بے بسی کا اظہار کر چکے ہیں۔ طوفان بہت شدت اختیار کر چکا ہے۔ ہزاروں لاشیں بچھا دی جائیں، تب بھی طوفان اب نہیں رکے گا۔''

''تو لاکھوں لاشیں بچھا دو۔'' صدر حیات شاید پاگل ہوا جا رہا تھا۔

''میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ اب کور کمانڈرز میرا یہ حکم نہیں مانیں گے۔''

''تو پھر کیوں آئے تھے؟'' صدر حیات کا اشتعال اور بڑھا۔

''میں بس آپ کے احسانات کا کچھ لحاظ کرنا چاہتا تھا۔ میں اس کا انتظام کر دوں گا کہ اب آپ اپنی فیملی کے ساتھ ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔ کئی.....''

''تم جا سکتے ہو۔'' صدر حیات ہتھے سے اکھڑ گیا۔

اس کے باوجود آرمی چیف نے اپنا جملہ مکمل کیا۔ ''کئی ملک ایسے ہیں جہاں آپ کو سیاسی پناہ مل سکتی ہے۔''

''میں نے کہا تھا، تم جا سکتے ہو۔'' صدر حیات نے گرج کر کہا۔

اپنی اتنی اہانت کے باعث آرمی چیف کا چہرہ سرخ ہو گیا، تاہم اس نے اب بھی تحمل کا ثبوت دیا اور اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

''چنگیزی!'' صدر حیات چیخا۔

جنرل چنگیزی فوراً حاضر ہو گیا۔

''وہ احسان فراموش اپنی بے بسی کا اظہار کر کے گیا ہے۔'' صدر حیات نے اس سے کہا۔ ''لیکن مجھے امید ہے کہ تم احسان فراموشی کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔''

''حکم دیجیے سر۔'' کرنل چنگیزی نے سعادت مندی سے کہا۔

''جو اس بغاوت کا مرکز بن گیا ہے اسے تباہ کر دو۔'' صدر حیات نے کہا۔ ''تمہارے پاس ہیلی کاپٹر تو ہیں۔ بڑے گراؤنڈ پر دستی بموں کی بارش کر دو۔ وہاں جتنے ہیں سب کو ختم کر دو۔''

''میں آپ کو مکمل حالات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا سر! آپ نے میری بات ہی نہیں سنی۔ پشمینہ صاحبہ بھی گراؤنڈ پہنچ چکی ہیں۔''

''کیا؟'' صدر حیات چونک پڑا۔ ''یہ کیسے؟''

''یہ تو ابھی میرے علم میں نہیں آسکا۔ ابھی آپ ٹی وی کھولیں تو دیکھیں گے کہ دانش یزدانی کے ساتھ پشمینہ صاحبہ بھی پہنچ چکی ہیں۔''

''مت کہو اسے صاحبہ!..... صرف پشمینہ کہو۔ وہ اب بس ایک غدار ہے۔''

''اگر دستی بم برسائے گئے تو وہ بھی.....''

''مر جانے دو اسے بھی۔'' صدر حیات نے اس کی بات کاٹی۔

اسی وقت صدر کی بیوی روبینہ حیات اندر آئی حالانکہ اسے قصرِ صدارت کے اس حصے میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔

''کیا تم مجھے گولی مارنے آئی ہو؟'' صدر حیات نے تیزی سے کہا۔

جنرل چنگیزی دم بخود رہ گیا تھا۔

''میں اپنے ہاتھوں سے اپنا سہاگ نہیں اجاڑ سکتی۔'' روبینہ حیات نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''جب سے حالات بگڑنا شروع ہوئے ہیں، میں نے یہ ریوالور اپنے پاس رکھنا شروع کر دیا تھا۔ پشمینہ کے بارے میں کوئی بری خبر سنتے ہی میں خود کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ آج جب سے آپ جنون کی حالت میں آئے ہیں، میں یہاں ہونے والی باتوں سے بے خبر نہیں رہی ہوں۔ ابھی آپ نے جنرل چنگیزی کو حکم دیا ہے کہ وہ پشمینہ کی ہلاکت کی بھی پروا نہ کرے کیونکہ وہ اب آپ کی بیٹی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہی، صرف غدار ہے۔"

"ہاں ہاں، وہ غدار ہے۔"

"لیکن میری بیٹی وہ اب بھی ہے۔ آپ نے ابھی جنرل کو جو حکم دیا ہے، اسے واپس لیجیے..... اگر آپ وہ حکم واپس نہیں لیں گے تو میں اسی وقت خود کو گولی مار لوں گی۔ میں اپنی بچی کی ہلاکت کی خبر سننے کے لیے زندہ نہیں رہوں گی۔" روبینہ حیات کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپک گئے۔

صدر حیات نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ "اگر ہم نے کوئی سخت قدم نہ اٹھایا تو یہ کتے ہمارے محل میں آگ لگا دیں گے۔"

"آپ اپنے عوام کو کتے کہہ رہے ہیں؟"

"اور کیا کہوں؟ یہ سارے ملک کو بھنبھوڑے پر تل گئے ہیں۔ یہ ہمارے محل کو بھی آگ لگا دیں گے۔" صدر حیات نے دہرایا۔

"تو میں کسی ہندو عورت کی طرح آپ کے ساتھ ستی ہو جاؤں گی۔" روبینہ حیات نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو، آخر کیا کروں میں؟"

"کچھ بھی کریں۔ میری بچی پر آنچ نہیں آنی چاہیے۔"

صدر حیات نے جھٹکے سے سر گھما کر جنرل چنگیزی کی طرف دیکھا۔ "تم جاؤ جنرل۔"

"پہلے آپ جنرل سے اپنا حکم واپس لیں۔" روبینہ حیات نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ لی۔

صدر حیات دانت پیسنے لگا۔ جنرل چنگیزی کے چہرے پر بے بسی تھی۔ صدر حیات غصے کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ روبینہ حیات ریوالور کی نال بدستور اپنی کنپٹی سے لگائے ہوئے تھی۔

آخر صدر حیات نے چنگیزی کی طرف دیکھ کر روبینہ حیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ آگ میں جھلس گئیں، تب ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ تم جاؤ۔ بس اس باغی لڑکی کو چھوڑ کر جو بھی ممکن ہو، وہ کرو۔ وہ باغی ان کی بیٹی ہے۔" صدر حیات نے ایک جھٹکے سے روبینہ حیات کی طرف انگلی اٹھائی۔

گویا اس نے پنا پہلا حکم واپس لے لیا تھا جس کا صریح مطلب یہ تھا کہ ابھی اس کے پاگل ہو جانے میں کوئی کسر رہ گئی تھی۔

چنگیزی جلدی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ خود اس کا بھی یہی خیال تھا کہ ان بگڑے ہوئے حالات میں پشمینہ کو کچھ ہوا تو وہ جلتی پر تیل کا کام کرے گا، لیکن یہ اب اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس کے لیے کیا کرنا ممکن ہے۔ ابتدا میں اسے خود پر بڑا اعتماد تھا کہ وہ سب کچھ سنبھال لے گا لیکن اب اس کا وہ اعتماد چکنا چور ہو چکا تھا۔ اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر اس نے حکم جاری کیا کہ قصرِ صدارت اور سی ایس کے ہیڈ کوارٹر کے گرد مشین گنیں اس طرح لگا دی جائیں کہ دو مشین گنوں کے درمیان پچاس فٹ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اور جب ہجوم وہاں پہنچ جائے تو مشین گنوں کے دہانے ان پر کھول دیے جائیں۔

لیکن یہ حکم جاری کرنے کے بعد بھی وہ مطمئن نہیں تھا۔ اس نے ایک ہیلی کاپٹر بھی اپنے گھر بھیج دیا کہ وہ اس کے بیوی بچوں کو سی ایس کے ہیڈ کوارٹر لے آئے۔ وہ خود بھی ہیلی کاپٹر سے قصرِ صدارت گیا اور آیا تھا۔ شہر کی سڑکوں پر کار کا استعمال ممکن ہی نہیں رہا تھا۔

دوسری طرف کور کمانڈرز کا ہنگامی اجلاس پھر شروع ہو چکا تھا۔ چند کور کمانڈرز نے خیال ظاہر کیا کہ صدر حیات کو سبکدوش کر کے مارشل لا لگا دیا جائے۔

"نہیں۔" چیف آف آرمی اسٹاف نے اختلاف کیا۔ "جمہوریت ختم نہیں ہونا چاہیے۔ صدر حیات کو اب عوام کا ریلا ہی بہا لے جائے گا۔ ہمیں اب دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں کچھ اور لائحہ عمل بنانا ہوگا۔ کچھ نکات میرے دماغ میں آئے ہیں۔" اس نے یہ بھی بتایا کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر فضائیہ اور بحریہ کے چیف بھی اس میٹنگ میں شریک ہونے کے لیے آ رہے ہیں۔

اسی وقت آرمی چیف کے لیے ایک اہم کال آئی۔ وہ اس ملک کے ڈیفنس منسٹر کی تھی جس کے طیارے کی تباہی کے سبب شاہ صاحب کی ہلاکت ہوئی تھی۔

کال ریسیو کرتے وقت آرمی چیف کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ اس نے وہ کال کور کمانڈرز کے سامنے ہی ریسیو کی تھی۔

☆☆☆

قصرِ صدارت کی طرف جانے والی ریلی کو صبح دس بجے بڑے گراؤنڈ سے روانہ ہونا تھا لیکن اس کی روانگی دو بجے سے پہلے نہ ہو سکی بلکہ دو بج کر دس منٹ ہو چکے تھے جب وہ کرین حرکت میں آئی جس کے اوپر بنے ہوئے پلیٹ فارم پر پشمینہ، ڈیبرا اور دانش کے ساتھ اسد گیلانی بھی تھا۔ اس سے زیادہ افراد اس چھوٹے سے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو بھی نہیں سکتے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

روانگی سے قبل پشینہ نے اعلان کر دیا تھا کہ پہلے کرین، گراؤنڈ سے نکلے گی، اس کے بعد وہاں جمع ہونے والے۔ لوگوں نے اس کی بات مان لی تھی۔ پشینہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ریلی کی قیادت وہی کرے گی لیکن گراؤنڈ کے باہر جمع ہونے والوں اور اِدھر اُدھر سے آنے والے ہزاروں افراد کی وجہ سے کرین ان کے بیچ میں آ گئی۔

ایک ٹی وی چینل کی کرین اس کرین کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اس کرین پر موجود ٹی وی چینل کا کیمرا ہجوم کے علاوہ پشینہ کے شیشے کا کیبن بھی قریب سے دکھا رہا تھا۔ لوگوں کے خیال کے مطابق اب وہی ان کی نجات دہندہ تھی۔

اس وقت تک شاہ صاحب کے معتقدین بھی ریلی میں شامل ہو چکے تھے اور دیگر سیاسی جماعتوں کے کارکنان بھی اس ریلی کا حصہ بن چکے تھے۔ وہ غالباً ایک تاریخ ساز ریلی تھی۔ اس سے پہلے اتنی بڑی ریلی نہیں نکلی تھی۔

جو ٹی وی چینلز اپنی ''تجزیاتی نشریات'' بھی جاری رکھے ہوئے تھے، ان میں سے بعض کا کہنا تھا کہ ریلی میں دس لاکھ سے زیادہ لوگ تھے اور بعض لوگ پندرہ لاکھ سے زیادہ بتا رہے تھے۔ صحیح اندازہ لگانا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں تھا۔

اس وقت سارے ملک میں ہی لوگوں کا طوفان آیا ہوا تھا اور ہر جگہ سرکاری عمارتوں کو آگ لگائی جا رہی تھی۔ فائرنگ سے سی ایس اور پولیس کے چالیس سے زیادہ اہلکار ہلاک ہو چکے تھے۔ عوام میں سے مرنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔

خبر کے مطابق صدر حیات کے بیٹے آفتاب کی ملک بھر میں پھیلی ہوئی تمام انڈسٹریز ایک ایک کر کے سبھی نذرِ آتش کی جا چکی تھیں۔

''لیکن.....'' پشینہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''جن سرکاری عمارتوں کو آگ لگائی جا رہی ہے وہ تو ہمارے ملک ہی کا نقصان ہے۔'' اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

''جب ہجوم مشتعل ہوتا ہے تو اسے ان باتوں کا خیال نہیں رہتا۔'' دانش یزدانی نے جواب میں کہا۔

اسی وقت فضا میں چار ہیلی کاپٹر نمودار ہوئے۔ پشینہ اعلان کر چکی تھی کہ ان ہیلی کاپٹرز پر کوئی گولی نہ چلائے کیونکہ ان ہیلی کاپٹرز میں عوام کے لیے اسلحہ آ رہا ہے۔

یہ اسلحہ کہاں سے آ رہا تھا؟ یہ پشینہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ ہیلی کاپٹرز پر کسی ملک کا نشان نہیں تھا۔

شہر کے چار مختلف حصوں میں ان ہیلی کاپٹرز نے پیرا شوٹ کی مدد سے بڑے بڑے تھیلے اتار دیے۔ اگر پیرا شوٹ استعمال نہ کیے جاتے تو وہ وزنی تھیلے ہجوم کے کچھ لوگوں کی ہلاکت اور زخمی ہونے کا سبب بنتے۔

ان تھیلوں میں جدید ترین اسلحہ تھا جس میں ہلکی مشین گنیں بھی شامل تھیں۔

ٹی وی چینلز انہیں ''پُراسرار ہیلی کاپٹر'' قرار دے رہے تھے۔ ان ہیلی کاپٹرز کی آمد سے خاصی دیر پہلے پشینہ نے آرمی چیف کی کال ریسیو کی تھی۔

''محترمہ پشینہ صاحبہ!'' اس نے کہا تھا۔ ''طیارے کی تباہی کو ہمارے ملک کی طرف سے اعلانِ جنگ قرار دیا گیا تھا۔ ابھی وہاں کے ڈیفنس منسٹر نے مجھ سے بات کی تھی۔ وہاں میٹنگ میں فیصلہ ہوا ہے کہ یو این او کے کسی فیصلے سے پہلے وہ ملک کوئی قدم نہ اٹھائے لیکن اس ملک نے یہ فیصلہ ضرور کیا ہے کہ عوام کو ہتھیار فراہم کیے جائیں۔ وہ ملک ہیلی کاپٹر میں اسلحہ بھیج رہا ہے۔ پڑوس کے ایک ملک نے اپنا ایک چھوٹا ہوائی اڈا اسے دے دیا ہے۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کر کے آئیں گے۔ ان پر کوئی فائر نہ کرے۔ وہ چاروں ہیلی کاپٹرز اسلحہ اتار کر جائیں گے اور مزید اسلحہ لے کر آئیں گے۔ یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ طیارے کی تباہی کے ذمے دار صرف صدر حیات ہیں اور ان کی حکومت کا خاتمہ عوام ہی کر دیں گے لہٰذا جس حد تک بھی ممکن ہو، انہیں ہر قسم کی امداد پہنچائی جائے۔''

لیکن وہ اسلحہ فوری طور پر عوام کے کام نہ آ سکا۔ ٹی وی کی خبروں کے مطابق سی ایس اور پولیس شہر سے غائب ہو گئی تھی لیکن سی ایس کے ہیڈ کوارٹر اور قصرِ صدارت کے گرد بھاری مشین گنیں نصب کی جا رہی تھیں۔ اسی لیے یہ اندیشہ تھا کہ اگر لوگوں نے ان دونوں مقامات پر حملہ کرنا چاہا تو ہزاروں افراد مارے جا سکتے ہیں۔

''سفاکی کی انتہا ہو گئی ہے۔'' دانش نے دانت پیسے۔

''مگر لوگوں کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ اب کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔'' پارٹی کے صدر اسد گیلانی نے کہا۔ ''وہ مشین گنیں بھی اس عوامی ریلے کو ہرگز نہیں روک سکیں گی۔ خون خواہ کتنا بھی بہہ جائے۔''

ڈیرا نے پشینہ کی طرف دیکھا جو کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اور کچھ پریشان بھی معلوم ہو رہی تھی۔

''ہجوم کی وجہ سے کرین کی رفتار بہت سست ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دانش بولا۔ ہم کل صبح سے پہلے قصرِ صدارت نہیں پہنچ سکتے البتہ ہجوم پہلے پہنچ جائے گا۔"

"قصرِ صدارت کی آتشزدگی یقینی ہے۔" اسد گیلانی نے کہا۔

یہی بات پشمینہ کے دماغ میں بھی چکرا رہی تھی۔

"وہاں میری ماں اور بھابی بھی ہیں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "یہ تو میں برداشت نہیں کرسکوں گی کہ وہ بھی اس آگ میں جھلس جائیں۔"

"لیکن اب اس ہجوم کو روکا نہیں جاسکتا۔" دانش نے خیال ظاہر کیا۔

"قصرِ صدارت میں اس وقت صرف یہی دو افراد میری حمایت میں ہیں۔" پشمینہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔ "میں اگر ان دونوں کو نہیں تو کم از کم اپنی ماں کو تو ضرور بچانا چاہوں گی۔"

"مگر کیسے میڈم!" اسد گیلانی بولا۔

"بس یہی پریشانی تو لاحق ہے مجھے اس وقت۔"

دانش اور اسد گیلانی فکرمندی سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ ڈیبرا کا چہرہ اس وقت سپاٹ نظر آرہا تھا لیکن اس کے وجود میں ہیجان برپا تھا۔ وہ پشمینہ کے جذبات تو سمجھ ہی رہی تھی لیکن اسے خود بھی روبینہ حیات سے بہت لگاؤ تھا۔

"کرین نیچے کراؤ دانش۔" پشمینہ نے کہا۔ "اگر میں نے کچھ دیر آرام نہیں کیا تو طبیعت اور خراب ہوجائے گی۔ دوا بھی کھانا ہے۔"

دانش نے فوراً کرین نیچے کروائی۔ پلیٹ فارم سے نیچے اترنے کے بعد پشمینہ نے کہا۔ "بس اب کرین اوپر لے جاؤ! ضروری ہے کہ ہجوم کو تم لوگ نظر آتے رہو۔"

تھرمامیٹر ہے نا تمہارے پاس؟" دانش نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"مجھے فون پر بتا دینا کہ اب کتنا ٹمپریچر ہے۔"

پشمینہ نے سر ہلا دیا۔ اس کے ساتھ ڈیبرا بھی کرین کے پلیٹ فارم سے اتر آئی تھی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ پشمینہ کو اکیلا چھوڑ دیتی۔

کرین کی گاڑی پر ایک بستر لگا کر اس کے آگے پردہ لگا دیا گیا تھا اور پشمینہ کے لیے یہ بندوبست دانش ہی نے کروایا تھا۔

ہجوم نے پشمینہ کو نیچے دیکھ کر زور زور سے نعرے لگانا شروع کردیے۔ پشمینہ ان سب کی طرف دیکھتی اور ہاتھ ہلاتی ہوئی پردے کے پیچھے جا کر بستر پر لیٹ گئی۔ ڈیبرا نے فوراً دوا نکال کر اسے دی۔

پشمینہ نے دوا کھا کر اپنا موبائل نکالا اور روبینہ حیات سے رابطہ کیا۔

"کیسی طبیعت ہے پشمینہ؟" روبینہ حیات نے بے تابی سے پوچھا۔

"ابھی حرارت تو ہے ممی، لیکن ٹھیک ہوجاؤں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ سے ملنے کو بہت جی چاہ رہا ہے۔"

"تو آجاؤ کسی طرح۔" روبینہ حیات نے جلدی سے کہا۔ "میرے ہوتے ہوئے یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"پریسیڈنٹ صاحب کہاں ہیں؟"

"ہاں۔" روبینہ حیات نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اب تمہارا دل ہی نہیں چاہتا ہوگا کہ انہیں ڈیڈی کہو۔ وہ ملاقات کررہے ہیں۔ کسی ملک کا سفیر آیا ہے۔"

"میں محل کے اندر آپ سے نہیں مل سکتی ممی! وہاں کوئی نہ کوئی ایسا بندوبست کردیا جائے گا کہ ہماری باتیں سنی جاسکیں۔ میں آپ سے کچھ خاص باتیں کرنی چاہتی ہوں۔"

"لیکن میں تو نہیں آسکتی بیٹی۔" روبینہ حیات نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"محل کی عمارت سے باہر احاطے میں بھی نہیں آسکتیں؟"

"ہاں وہاں تو آسکتی ہوں۔ پریسیڈنٹ صاحب نے مجھ پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔" روبینہ حیات کے لہجے میں تلخی آگئی۔ اس وقت اس نے اپنے شوہر کا نام بھی زبان پر لانے سے گریز کیا تھا۔

"میرا وہاں آنا آسان نہیں ہوگا ممی! سڑکوں پر اس وقت کار تو چل ہی نہیں سکتی۔ میں ہیلی کاپٹر پر آسکوں گی۔"

"میں دیکھ چکی ہوں۔ تم نے ایسا کوئی بندوبست کرلیا ہے۔ ہیلی کاپٹر ہی میں تم بڑے گراؤنڈ بھی پہنچی تھیں۔"

"جی۔" پشمینہ نے کہا۔ "آپ کو ہیلی پیڈ پر آنا ہوگا۔"

قصرِ صدارت کے گرد زمین کا بہت بڑا قطعہ تھا جسے ایک نہایت بلند چاردیواری گھیرے ہوئے تھی۔ سامنے کے حصے میں باغ تھا جس کے سرے پر صدر حیات نے اپنا ہیلی پیڈ بنوایا تھا۔ وہاں اس کا ہیلی کاپٹر کھڑا رہتا تھا۔ محل کے عقب میں خاصا بڑا میدان تھا جس پر بنا ہوا ائرپورٹ اس کے ذاتی جہاز کے لیے تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہاں، ہاں۔" روبینہ حیات نے کہا۔ "ٹہلتی ہوئی اس طرف بھی نکل آؤں گی۔"

"لیکن میں دن میں نہیں، رات کے اندھیرے میں آؤں گی۔" پشمینہ نے کہا۔ "ہیلی کاپٹر کی پرواز بھی خاصی نیچی ہوگی۔ میں کوشش کروں گی کہ مجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔"

"لیکن ہیلی پیڈ پر چار محافظ تو ہوتے ہی ہیں۔ وہ تو تمہیں دیکھ لیں گے۔"

"وہ دیکھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ اپنے آقا کو براہِ راست تو اس کی اطلاع دے نہیں سکتے۔ وہ اپنے انچارج کو اطلاع دیں گے۔ پھر وہ ملٹری سیکریٹری کو اطلاع دے گا۔ اس کے بعد وہ اطلاع شہنشاہ معظم تک پہنچے گی۔ اتنی دیر میں آپ سے مل کر میں وہاں سے واپسی کے لیے روانہ ہو چکی ہوں گی۔"

"اتنی جلدی واپس چلی جاؤ گی۔" روبینہ حیات کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"مجبوری ہے ممی!..... زیادہ رکنا میرے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ اطلاع ملنے کے بعد آپ کے ساتھ بھی ان کا نہ جانے کیا رویہ ہو۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ ریوالور اب ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔ میں جب چاہوں گی، اپنی زندگی ہی ختم کرلوں گی۔"

"خدا نہ کرے۔" پشمینہ نے جلدی سے کہا۔ "بس آپ آج رات میرا انتظار کیجیے گا۔ زیادہ رات کو باہر نکلنا آپ کے لیے مشکل تو نہیں ہوگا؟"

"وہ شراب تو پیتے ہی ہیں، تم جانتی ہو..... آج کل زیادہ پینے لگے ہیں اور آج رات تو شاید بہت زیادہ پی جائے۔"

"کیوں؟"

"میں محسوس کررہی ہوں کہ اب وہ خاصے مایوس ہو چکے ہیں لیکن ملک سے فرار ہو کر بھی نہیں جانا چاہتے۔ میں نے آج ہی سنا تھا۔ انہوں نے بڑے غصے سے چیخ کر شاید اپنے ملٹری سیکریٹری سے کہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کی آخری سانس بھی اس ملک کے حکمراں کی حیثیت سے لینا چاہتے ہیں۔" خاموش ہو کر روبینہ حیات نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یہ تو اب ہوگا۔ کل صبح تک ریلی قصرِ صدارت پہنچ جائے گی۔ مشین گنیں بھی انہیں قصرِ صدارت میں داخل ہونے سے نہیں روک سکیں گی۔ اب تو میں بھی انہیں نہیں روک سکوں گی۔ اگرچہ عوام مجھے شدت سے چاہنے لگے ہیں لیکن میں انہیں اگر روکوں گی بھی تو وہ نہیں رکیں گے بلکہ اس پروپیگنڈے پر یقین کرلیں گے جو مخالف سیاسی جماعتوں نے ریلی میں شامل ہونے سے پہلے کیا تھا۔"

"مجھے بھی علم ہے اس پروپیگنڈے کا۔"

"اسی لیے میں آپ سے آج ہی مل لینا چاہتی ہوں۔ کل تو نہ جانے کیا ہو۔"

"ہاں۔" روبینہ حیات نے ٹھنڈی سانس لی۔ "قسمت میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں ان کے ساتھ ہی اپنی جان دوں۔"

"ملاقات ہونے پر میں آپ کو ایک ایسی ہی تدبیر بتانا چاہتی ہوں کہ آپ خود کو بچا سکیں۔"

"لیکن میں بچنا نہیں چاہتی۔" روبینہ حیات نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے اب ان سے محبت تو نہیں رہی لیکن میں مشرقی عورت کی یہ روایت زندہ رکھوں گی کہ آخری سانس بھی شوہر کے ساتھ لوں۔"

"خیر! ابھی میں اس بحث کو طویل نہیں کرنا چاہتی۔ ملاقات پر بات ہوگی۔ اور ہاں، کیا بھابی اب بھی میری حمایت میں ہیں؟"

"ہاں، آج اس کی ایسی ہی کسی بات پر آفتاب نے اس کے منہ پر تھپڑ بھی مار دیا تھا۔ وہ مجھ سے لپٹ کر بہت روئی تھی۔ دونوں میاں بیوی میں آج بات چیت بند ہے۔"

"کیا آپ بھابی کو بھی اپنے ساتھ ہیلی پیڈ پر لا سکیں گی؟ ان سے بھی مل لوں۔"

"اس کا میں وعدہ نہیں کرسکتی پشمینہ! بس کوشش کرسکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں فون بند کررہی ہوں۔ میری دوسری کال کا انتظار کیجیے گا۔ میں آپ کو بتاؤں گی کہ آپ ہیلی پیڈ پر کس وقت پہنچیں۔"

"میں انتظار کروں گی۔"

پشمینہ نے فون بند کیا۔ ڈیبرا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا ارادہ ہے پشمینہ؟"

پشمینہ نے اسے جواب نہیں دیا اور موبائل پر اقصیٰ سے رابطہ کیا۔ پہلے بھی ہیلی کاپٹر کا بندوبست اسی کے ذریعے سے ہوا تھا۔

"جی، کہیے!" اقصیٰ کی آواز اس وقت بھی آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی سی لگی تھی۔ کوئی بھی اتنی جلدی اپنے باپ کی موت فراموش نہیں کرسکتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''اقصیٰ ڈیئر! تم نے ابھی تک خود کو پوری طرح نہیں سنبھالا ہے، لیکن اس حالت میں بھی تم اپنے لوگوں کی قیادت کرتے ہوئے ریلی میں شامل ہو۔ میں تمہیں خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں لیکن اس وقت میں نے تمہیں اپنی ہی ایک غرض سے فون کیا ہے۔''

''آپ کے لیے کوئی بھی کام کرنا میرے لیے اعزاز سے کم نہیں۔''

''مجھے کہیں جانا ہے تھوڑی دیر کے لیے۔ ہیلی کاپٹر کی ضرورت پڑے گی۔''

''یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ ائرو کلب تو کیا، اس وقت ملک کے سارے ادارے، سارے لوگ آپ کی آنکھ کے ایک اشارے پر جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ ہیلی کاپٹر کس وقت چاہتی ہیں؟''

''رات کو۔'' پشینہ نے جواب دیا۔ ''ٹھیک تین بجے ہیلی کاپٹر کرین کے قریب پہنچ جائے اور مجھے، ڈیبرا کے ساتھ اٹھا لے جائے۔''

''میں ائرو کلب سے بات کیے بغیر آپ سے وعدہ کر سکتی ہوں کہ یہ ہو جائے گا۔''

''تمہارے اس یقین کے باوجود میں تمہاری کال کا انتظار کروں گی۔''

''میں ابھی دس منٹ کے اندر فون کرتی ہوں آپ کو۔''

☆☆☆

شام ہونے سے پہلے پہلے شہر پر عوام کا قبضہ تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ سرکاری ٹی وی کے کارکنان تک عوام کے ساتھ ہو گئے تھے اور اب وہ بھی اسی قسم کے پروگرام چلا رہے تھے جیسے دوسرے چینلز پر چل رہے تھے۔ اسی طرح بجلی کے محکمے کے ارکان نے بھی بغاوت کا پرچم لہرا دیا تھا۔ انہوں نے مزید برقی روشنیوں کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ مختلف لوگوں نے مناسب فاصلوں سے لاؤڈ اسپیکر بھی اس طرح لگا دیے تھے کہ کرین کے پلیٹ فارم پر موجود ری پبلکن فورم کے لیڈرز کی تقریریں بھی ہر شخص تک آسانی سے پہنچ رہی تھیں۔

پشینہ کی آواز گونج رہی تھی۔ ''میں عوام کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ حکومت دراصل ختم ہو چکی ہے۔ اب صرف ضد ہے، وہ بھی چند گھنٹوں کی مہمان۔''

''پشینہ حیات، زندہ باد'' کے نعرے اتنے زیادہ لگے کہ پشینہ کو خاموش ہونا پڑا۔ جب شور خاصا کم ہوا تو وہ پھر بولی۔ ''یہ میری جیت نہیں، یہ ان شہیدوں کی جیت ہے جن کی لاشیں اسپتال پہنچ چکی ہیں۔''

اس وقت تک ایک سو بائیس افراد گولیوں کا شکار بن چکے تھے جس کے بعد نہ کہیں پولیس کا پتا تھا، نہ ہی ایس کے اہلکاروں کا۔

ٹی وی چینلز مختلف خبریں پہنچا رہے تھے۔ اس دن تین ملکوں کے سفیروں نے صدر حیات سے ملاقات کی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ ان ملاقاتوں میں کیا گفتگو ہوئی تھی۔ اسی لیے قیاس آرائیاں کی جا رہی تھیں۔

دس بجے کے قریب کرین نیچے کی گئی تاکہ جو افراد اس کے پلیٹ فارم پر تھے، کھانا کھا لیں۔

ریلی میں شریک زیادہ تر افراد اپنے گھروں سے کھانے پینے کا سامان لے کر نکلے تھے۔ جن کے ساتھ اس قسم کا سامان نہیں تھا، انہیں دوسروں نے اپنے ساتھ کھانا کھلایا تھا۔ صورتِ حال کچھ ایسی بن گئی تھی جیسے ان سب کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہو۔

کھانے کے دوران میں پشینہ نے افسردگی سے کہا۔ ''جو لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، ہم ان حالات میں ان کے گھر جا کر ان کو تسلی بھی نہیں دے سکتے، تعزیت بھی نہیں کر سکتے۔''

''مجبوری ہے پشینہ؟'' دانش نے کہا۔ ''اگر کوئی راستہ بن بھی جائے تو باقی رات میں ان سب کے گھر جانا ممکن بھی نہیں ہے۔ اب تو یہ سب کچھ اسی وقت ہو سکے گا جب ہمارا یہ مشن مکمل ہو جائے گا۔''

پشینہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔

باقی لیڈرز بھی افسردہ دکھائی دے رہے تھے لیکن ڈیبرا کا چہرہ ہر وقت سپاٹ ہی دکھائی دیتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے وجود میں مسلسل ایک طوفان برپا تھا۔

کھانے کے بعد پشینہ نے کہا۔ ''مجھے یہ افسوس تو ساری زندگی رہے گا کہ میں اس ملک کے صدر کی بیٹی.....''

''مت کرو یہ بات۔'' دانش نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تم نے حق کے لیے ایک فیصلہ تو کر لیا لیکن یہ غیر فطری امر ہوگا کہ تمہارے دل میں اپنے باپ کے لیے ذرا بھی درد نہ ہو۔''

اس وقت پشینہ کی آنکھیں جھلملا گئیں جس سے ظاہر ہو گیا کہ دانش کی بات غلط نہیں تھی۔ اس نے دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں صاف کیں۔

''اب ڈھائی بج رہے ہیں دانش! تین بجے ہیلی کاپٹر آ جائے گا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ دانش یزدانی اور اسد گیلانی، دونوں ہی کو بتا چکی تھی کہ وہ اپنی ماں سے آخری مرتبہ ملنے جا رہی ہے۔

اس وقت اسد گیلانی نے تیسری مرتبہ کہا۔ ''آپ کا قصرِ صدارت جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہی ہیں میڈم۔''

''اپنی ماں کی خاطر میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔ سب کچھ بہت رازداری سے ہوگا۔ میں اپنی ماں کو وقت دے چکی ہوں اور ملاقات کی جگہ کا انتخاب بھی بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اگر پھر بھی وہاں کوئی گڑبڑ ہوگئی تو میری زندگی کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ گرفتار کریں گے۔ میری ماں میری زندگی کی ضامن بن چکی ہیں۔ میں آپ لوگوں کو بتا چکی ہوں کہ صدر صاحب اپنی بیوی سے بہت محبت کرتے ہیں اور میری ماں.....''

''وہ سب آپ ہمیں بتا چکی ہیں۔'' اسد گیلانی بول پڑا۔

''لیکن یہ نہیں بتایا کہ جب دو ہیلی کاپٹر میرے گھر آئے تھے، تو ان کا ارادہ مجھے مارنے کا نہیں، صرف اغوا کرنے کا تھا۔ وہ مجھے اغوا کر کے صرف نظر بند کرنا چاہتے تھے۔''

''اور یہ وہ اب بھی کر سکتے ہیں۔'' دانش بول پڑا۔

''بالفرض ایسا ہوا تو میرے نائب کی حیثیت سے ریلی کی قیادت تم ہی کو کرنا ہے۔ اس کا اعلان ابھی سے کر دو، بلکہ میں خود کرتی ہوں۔''

اس نے مائک کھولا۔ لاؤڈ اسپیکر پر پشمینہ کی آواز گونجنے لگی۔ ''میرے پُرعزم ساتھیو! آپ لوگ فتح یاب تو ہو چکے ہیں۔ اب صرف ایک رسمی کارروائی باقی ہے۔ مجھے ابھی ایک بہت ضروری کام سے کہیں جانا پڑ رہا ہے۔ دانش یزدانی کا خیال ہے کہ میں خطرہ مول لے رہی ہوں لیکن میں ایسا نہیں سمجھتی اور اگر بالفرض محال کوئی گڑبڑ ہوگئی تو دانش یزدانی میرے نائب کی حیثیت سے آپ کے ساتھ ہیں۔''

مجمع سے شور اٹھا کہ وہ نہ جائے۔ جب وہ شور کچھ تھما تو پشمینہ نے کہا۔ ''میں جس کام سے جا رہی ہوں، وہ بہتری کے لیے ہے۔ آپ لوگ مجھے جانے کی اجازت دیں۔ میں آپ کی شکرگزار ہوں گی۔'' پھر پشمینہ نے مائک بند کر دیا۔

دوبارہ شور اٹھا لیکن وہ پہلے شور سے زیادہ نہیں تھا۔ پھر وہ بھی دب گیا۔ یقیناً کچھ لوگوں نے کچھ لوگوں کو سمجھایا ہو گا کہ پشمینہ حیات اگر کہیں جا رہی ہیں تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ وہ ہمیں دھوکا دے کر فرار ہرگز نہیں ہو رہی ہیں۔ یقیناً ان کے کہیں جانے میں کوئی بہتری ہوگی۔

جلد ہی فضا میں ایک ہیلی کاپٹر نمودار ہوا۔

پشمینہ نے ایک بار پھر مائک کھولا اور کہا۔ ''کوئی اس ہیلی کاپٹر پر فائر نہ کرے۔ اسی ہیلی کاپٹر نے مجھے اور ڈیبرا کو یہاں پہنچایا تھا اور اب مجھے لینے بھی وہی ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔'' اس نے مائک پھر بند کر دیا۔

ہیلی کاپٹر کرین کے اوپر آ کر پلیٹ فارم سے کچھ اوپر معلق ہو گیا۔

پشمینہ نے ساتھیوں سے خدا حافظ کہا اور ڈیبرا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔

نہ جانے کیوں دانش کو اس کا ''خدا حافظ'' کہنا کم از کم اس وقت اچھا نہیں لگا تھا۔

''تم صحیح جگہ پہنچ سکو گے نا؟'' پشمینہ نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہا۔

''آپ بالکل بے فکر رہیے۔'' پائلٹ نے جواب دیا۔

''وقت کا بھی خیال رکھنا ہے۔''

''مجھے سب کچھ سمجھایا گیا ہے۔'' پائلٹ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ پھر ہیلی کاپٹر روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد پشمینہ نے اس سے کچھ نہیں کہا۔

ڈیبرا خاموشی سے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

پھر جب ہیلی کاپٹر نے نیچے ہونا شروع کیا تو پشمینہ بول پڑی۔ ''کیا ہم پہنچ گئے؟''

''بس پہنچنے والے ہیں۔ یہاں سے ہمیں کم بلندی پر اڑنا ہے۔''

''وہ تو بہتر ہے۔ وہاں جو مشین گنیں لگی ہوئی ہیں، ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہیلی کاپٹر میں جو کوئی بھی ہے، اسے صدر نے طلب کیا ہوگا۔ انہیں بس یہ الجھن ہوگی کہ انہیں اس کی اطلاع کیوں نہیں دی گئی اور جب تک وہ کسی کو فون کر کے اس بارے میں پوچھیں گے، ہمارا ہیلی کاپٹر ان سے آگے نکل چکا ہوگا۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔ میں تو یہ سوچ کر چلا ہوں کہ آپ کی خاطر میری زندگی ختم ہو جائے تو یہ میرے لیے کوئی مہنگا سودا نہیں ہوگا۔''

''متاثر کن ہے تمہاری یہ بات لیکن فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' پشمینہ نے کہا۔

اور اس نے جو کچھ کہا تھا، ٹھیک ہی کہا تھا۔ ہیلی کاپٹر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

صحیح وقت پر صحیح جگہ اُتر گیا۔ قریب ہی صدر حیات کا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ چار محافظ وہاں پہرا دے رہے تھے۔ انہوں نے چونک کر دیکھا کہ روبینہ حیات اور آفتاب حیات کی بیوی قدسیہ حیات کسی طرف سے نکل کر تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھی تھیں۔ وہ چاروں ہیلی کاپٹر کے لینڈ کرنے پر بھی الجھن کا شکار ہوئے ہوں گے اور اب ان دونوں خواتین کو دیکھ کر بھی ان کی الجھن میں اضافہ ہوا ہوگا لیکن وہ یہ ہمت نہیں کر سکتے تھے کہ صدر کی بیوی کو روک کر پوچھیں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

ڈیبرا اور پشمینہ تیزی کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے اُتری تھیں۔ جیسے ہی دونوں خواتین قریب پہنچیں، پشمینہ نے ماں کو گلے لگا لیا۔

''بس!'' پشمینہ نے سرگوشی کی۔ ''اب آپ دونوں یہاں سے نکل چلیے۔''

''کیا؟'' روبینہ حیات چونکی۔

''میں آپ سے ملنے نہیں، آپ کو لینے آئی ہوں۔''

''ہرگز نہیں پشمینہ، ہرگز نہیں۔'' روبینہ حیات اس سے الگ ہوگئی۔ ''مجھے اپنے شوہر کے ساتھ مرنا ہے۔''

پشمینہ نے جھٹکے سے سر گھما کر ڈیبرا کی طرف دیکھا۔ یہ ایک طے شدہ اشارہ تھا۔ ڈیبرا کے ہاتھ میں فوراً ریوالور نظر آیا اور پھر اتنی تیزی سے، یکے بعد دیگرے چار گولیاں چلیں کہ چاروں ہی محافظ زمین پر گرے اور ہمیشہ کے لیے بے حس و حرکت ہو گئے۔ پشمینہ جانتی تھی کہ تیزی سے فائرنگ کرتے ہوئے بھی کوئی نشانہ خطا نہیں کرتی تھی۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' روبینہ حیات چیخی۔

''اس جہنم سے نکل چلیے ممی۔'' قدسیہ حیات تیزی سے بولی۔ ''پشمینہ نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔''

''نہیں۔'' روبینہ حیات پھر چیخی۔

''آپ چڑھیے ہیلی کاپٹر میں بھابی۔'' پشمینہ نے کہا۔ اس نے اور ڈیبرا نے روبینہ حیات کو جکڑ لیا تھا۔

''نہیں پشمینہ!'' روبینہ حیات چیخے جا رہی تھی۔

وہ بہت ہلکی پھلکی تو نہیں لیکن زیادہ صحت مند بھی نہیں تھیں۔ ڈیبرا اور پشمینہ نے اسے زمین سے اٹھایا۔

''ان کے ہاتھ پکڑیے بھابی۔'' پشمینہ نے کہا۔

پشمینہ اور ڈیبرا، روبینہ حیات کو ہیلی کاپٹر پر چڑھانے میں کامیاب ہو گئیں۔ ہیلی کاپٹر میں ان دونوں نے روبینہ حیات کو کس کر پکڑ بھی لیا تھا۔

''میں تمہیں زندگی بھر معاف نہیں کروں گی پشمینہ!''

روبینہ حیات روہانسی ہو گئی تھی۔

''میں آپ کو زندہ دیکھنا چاہتی ہوں، خواہ آپ مجھ سے کبھی بات نہ کریں۔''

''ہرگز نہیں کروں گی۔''

یہ روبینہ حیات کا آخری جملہ تھا جو پشمینہ سن سکی۔ وہ جیسے ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئی تھی، کسی جانب سے چلائی جانے والی ایک گولی اس کے سر پر لگی تھی۔ گولی چلنے سے پہلے ایک دھماکا بھی ہوا تھا اور گولی چلنے کی آواز اس میں دب گئی تھی۔

اس کے بعد پے در پے دھماکے اور پھر ایک بہت بڑا دھماکا لیکن پشمینہ وہ سب کچھ نہ سن سکی۔ وہ اندھیرے میں ڈوب چکی تھی۔

☆☆☆

ان دھماکوں کی آوازیں بہت دور تک سنی گئی تھیں۔ کرین پر دانش یزدانی اور اسد گیلانی نے بھی سنی تھیں۔

دانش یزدانی تو کسی خیال سے چکرا کر گر بھی پڑتا اگر اسد گیلانی نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا۔

''ختم ہو گیا، سب کچھ ختم ہو گیا، میری زندگی ختم ہو گئی۔'' دانش کی آواز بمشکل نکل سکی تھی۔

''ہمیں چاہیے تھا کہ میڈم کو ہر قیمت پر روکتے۔'' اسد گیلانی نے کہا۔

دانش یزدانی کی پلکیں بھیگ چکی تھیں۔

ان دھماکوں نے ہر طرف ہلچل مچا دی تھی۔ ٹی وی چینلز چیخ رہے تھے۔

کرین جہاں تک پہنچی تھی، وہاں سے قصر صدارت دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن وہاں جو آگ بھڑکی تھی، اس کی روشنی وہاں سے بھی دیکھی جا سکتی تھی۔

جو کچھ اسد گیلانی اور دانش یزدانی نے سمجھا تھا، وہ عام لوگ نہیں جانتے تھے۔ ان میں تو یہ بات سینہ بہ سینہ پھیلتی چلی جا رہی تھی کہ پشمینہ حیات جس کام سے گئی تھی، وہ کام یہی تھا کہ قصر صدارت کو تباہ کر دے تاکہ جب ریلی وہاں پہنچے تو وہ لوگ مشین گنوں کی گولیوں سے محفوظ رہیں۔

دانش کی حالت اتنی خراب ہوئی تھی کہ اسد گیلانی کی ہدایت پر کرین فوراً نیچے کی گئی۔ ہجوم میں سے کئی ڈاکٹر نکل کر دانش کو دیکھنے آ گئے۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' دانش نے جسے زبردستی بستر پر لٹا دیا گیا تھا، اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے دہرایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے باوجود ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا۔ وہ طبی سامان لے کر اس ریلی میں شامل ہوئے تھے مگر انہیں یہ گمان ہرگز نہ ہوگا کہ انہیں دانش یزدانی کو بھی دیکھنا پڑے گا۔

''نہیں، کچھ نہیں۔'' ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر اعلان کیا۔ ''کوئی خطرے کی بات نہیں..... وقتی طور پر جھٹکا لگا ہے دماغ کو۔''

تاہم کسی قسم کی دو گولیاں اسے پانی سے کھلا دی گئیں۔

''کرین اوپر لے چلیے۔'' دانش نے اسد گیلانی سے کہا۔

ریلی کے جو لوگ سب سے آگے تھے اور جنہیں قصرِ صدارت دکھائی دے رہا تھا، ان کے ذریعے سے یہ بات بھی بڑی تیزی سے پھیلی کہ قصرِ صدارت کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ دھماکے قصرِ صدارت کے عقب میں ہوئے ہیں۔

یہ بات ٹی وی چینلز سے بھی نشر ہوگئی۔

تو پھر یہ دھماکے کیسے تھے؟ آگ کہاں لگی تھی؟ یہ سوال لوگوں کی زبان پر بھی تھا اور ٹی وی چینلز پر بھی اس بارے میں باتیں ہونے لگی تھیں۔

''پشمینہ تو ہیلی پیڈ پر اتری ہوگی۔'' دانش کی آواز میں خوشی کی کپکپاہٹ تھی۔ ''اور ہیلی پیڈ قصرِ صدارت کے عقب میں نہیں، سامنے کے حصے میں ہے۔''

ایم این اے کی حیثیت سے وہ دو تین مرتبہ قصرِ صدارت جا چکا تھا۔

مگر لوگوں کے لیے جو معاملہ ایک معما بنا ہوا تھا، وہ صدر حیات کے لیے معما نہیں تھا۔ وہ غصے میں ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''ہجوم کے کچھ لوگ غالباً شمال کی جانب سے آئے ہوں گے۔ ان کے پاس عام اسلحہ ہی نہیں راکٹ بھی آچکے ہیں جو وہاں برسائے گئے۔ ائرپورٹ تباہ ہوگیا اور میرا جہاز آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا ہے۔ فائر بریگیڈ اسٹیشن سے کوئی نہیں آیا۔ جہاز خاک ہوجائے گا۔''

آفتاب متفکر انداز میں خاموش کھڑا تھا۔ اسی وقت دو خوف زدہ محافظ وہاں پہنچے۔

''کسے گولی ماری ہے تم نے؟'' صدر حیات نے گرج کر ان میں سے ایک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

محافظ خوف سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہم نے ہیلی کاپٹر اس طرف اترتے دیکھ لیا تھا اس لیے بھاگتے ہوئے ادھر گئے تھے۔ بیگم صاحبہ اور چھوٹی بیگم کو اس ہیلی کاپٹر میں اغوا کیا جا رہا تھا۔''

''میں نے پوچھا ہے تم نے گولی کسے ماری ہے؟'' صدر حیات پھر گرجا۔

''میں نے ہیلی کاپٹر پر گولی چلائی تھی۔'' محافظ مری مری سی آواز میں بولا۔ ''اسی وقت ہونے والے دھماکے کی آواز سے میرا ہاتھ بہک گیا۔''

''تمہارے ساتھی نے بتایا ہے کہ وہ گولی پشمینہ کے لگی ہے۔''

''لیکن میں نے تو.....''

محافظ کا جملہ پورا نہیں ہوسکا۔ صدر حیات کی جیب سے نکلنے والے ریوالور کی پے در پے تین گولیاں اس کے سینے میں پیوست ہوگئی تھیں اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔

دوسرے محافظ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اسے یقین ہوگا کہ اب اس کی باری ہے۔

صدر حیات نے ریوالور اپنی جیب میں رکھ لیا اور دوسرے محافظ سے بولا۔ ''اس بدبخت کی لاش ہٹواؤ یہاں سے اور جو خون پھیل گیا ہے، اس کی صفائی کرواؤ۔''

دوسرا محافظ بہت تیزی سے باہر نکل گیا۔

''سب ساتھ چھوڑ گئے۔'' صدر حیات ٹہلتا ہوا بڑبڑانے لگا۔ ''تمہاری بیوی بھی چلی گئی اور وہ بھی جس سے میں محبت کرتا تھا۔ تم بھی چلے جاؤ کہیں۔'' صدر حیات نے آفتاب کی طرف انگلی اٹھائی۔ ''لیکن میں بھی اکیلا نہیں مروں گا۔ ہزاروں کو مرنا ہوگا میرے ساتھ۔''

آفتاب خاموش کھڑا رہا۔ صدر حیات کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہوگی۔

''موت بچھا رہا ہوں میں محل میں۔'' صدر حیات کی مسکراہٹ بڑی زہریلی تھی۔ ''میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ میری حکومت ختم ہو چکی ہے۔ فوج، بحریہ، فضائیہ سب احسان فراموش نکلے۔ بس ایک احسان ہے ان کا مجھ پر۔'' صدر حیات کا لہجہ طنزیہ ہوگیا۔ ''انہوں نے ابھی میرے خلاف خود کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔ دوسرے تمام ادارے بھی خود مختار ہو چکے ہیں۔ ہاں اگر پشمینہ زندہ رہ جاتی تو وہ اس کے اشاروں پر ضرور ناچتے۔''

''آپ بیٹی کی موت کا ذکر اتنی سفاکی سے کر رہے ہیں ڈیڈی۔'' آفتاب کی آواز بھرا گئی۔

''بیٹی نہیں رہی تھی وہ میری۔'' حیات بیٹے پر بگڑ گیا۔ ''باغی تھی میری، اور ہوسکتا ہے وہ مری نہ ہو۔ بس گولی چلی ہے اس پر! ضروری نہیں کہ وہ مر ہی گئی ہو۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"آپ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ڈیڈی!..... آپ پشمینہ کی زندگی کے بھی خواہش مند نظر آ رہے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔"

"میں اس کا مخالف ہو گیا تھا لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں ہی غلطی پر تھا۔ آپ نے میرے نام سے جو کچھ کیا، اچھا نہیں کیا۔ اسی کی مخالف تھی میری بہن۔" آفتاب کی آواز بھرا گئی۔

صدر حیات اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا، پھر بولا۔ "تم بھی ساتھ چھوڑ رہے ہو میرا..... ضرور چھوڑو..... کوئی بھی اب میرا نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں سے چلے جاؤ، کسی طرح اپنی جان بچاؤ۔ میں تو نہیں جاؤں گا لیکن میرے ساتھ ان ہزاروں یا سیکڑوں باغیوں کی بھی موت ہو گی۔ سب مریں گے۔" صدر حیات نے ہذیانی قہقہہ لگایا۔

آفتاب نے محسوس کیا کہ اس کا باپ اپنا دماغی توازن کھو چکا ہے یا کھوتا جا رہا ہے۔

"ڈائنامائٹ بچھوا رہا ہوں میں سارے محل میں۔" صدر حیات نے قہقہہ لگانے کے بعد کہا۔

آفتاب چونک گیا۔

"ہاں۔" اس مرتبہ صدر حیات کا انداز فاتحانہ سا ہو گیا۔ کچھ وفادار باقی ہیں ابھی محل میں۔ وہی کر رہے ہیں یہ کام۔ ان سے کہہ دیا ہے میں نے کہ یہ کام کر کے وہ کسی طرح محل سے نکل جائیں، اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے وہ باغیوں سے ہی جا ملیں۔ ملٹری سیکریٹری پہلے ہی چپکے سے نکل چکا ہے یہاں سے۔ میں سب سے کہوں گا کہ وہ یہاں سے نکل جائیں۔ چلو تم سے بھی ایک بار پھر کہتا ہوں کہ نکل جاؤ یہاں سے، چلے جاؤ کہیں۔ یہاں موت بچھانے کا کام چھ بجے تک مکمل ہو جائے گا۔ یہ لیو رد دیکھ رہے ہو؟" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "بس اسے دباؤں گا میں اور سارے ڈائنامائٹ پھٹ جائیں گے۔ محل کے پرخچے فضا میں بکھر جائیں گے اور یہ کام میں اس وقت کروں گا جب باغی مشین گنوں کی گولیوں سے بچتے ہوئے محل میں چاروں طرف سے گھسیں گے۔ ان کی تعداد سیکڑوں میں تو ضرور ہو گی۔" صدر حیات نے پھر قہقہہ لگایا۔ "ان سب کو بھی مرنا ہو گا میرے ساتھ۔ ان کی گولیوں سے نہیں مروں گا میں۔"

آفتاب کے سارے جسم میں سنسناہٹ پھیل گئی اور اسے یہ یقین بھی ہو گیا کہ اس کا باپ اپنا دماغی توازن کھو چکا ہے۔

☆☆☆

چار بجنے والے تھے جب دانش یزدانی نے کسی کی کال ریسیو کی۔

"کیا!" وہ کچھ سن کر چیخ پڑا تھا۔

اسد گیلانی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ دانش کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ کی کپکپاہٹ بھی صاف ظاہر ہو رہی تھی جس سے وہ موبائل پکڑے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا؟" اسد گیلانی نے جلدی سے پوچھا۔

دانش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے دوسری طرف سے آنے والی آواز سنتا رہا، پھر یک لخت اس نے سر گھما کر ایک جانب دیکھا۔ "ہاں۔" اس کی آواز میں اب بھی کپکپاہٹ تھی۔ "میں دیکھ رہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔"

اسد گیلانی نے بھی دیکھ لیا کہ اس جانب سے ایک ہیلی کاپٹر آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں فوراً آ رہا ہوں۔" دانش نے کہا اور موبائل بند کر دیا۔

"کیا ہوا، کچھ تو معلوم ہونا چاہیے مجھے۔" اسد گیلانی پھر بولا۔ "یہ ہیلی کاپٹر....."

"مجھے لینے آ رہا ہے۔" دانش نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ڈیبرا نے فون کیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ محل سے واپسی پر پشمینہ نے ہیلی کاپٹر اپنے گھر کے ٹیرس پر اتروایا تھا۔ وہ اپنی والدہ کو یہاں نہیں لانا چاہتی تھی۔ لیکن وہیں اسے اچانک سردی لگ کر بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے بلایا ہے۔ ہیلی کاپٹر بھیجا ہے میرے لیے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو دانش۔" اسد گیلانی نے تیزی سے کہا۔ "صرف تیز بخار کی اطلاع پر تم اتنے بدحواس نہیں ہو سکتے۔ سچ بتاؤ، کیا بات ہے؟"

اس وقت ہیلی کاپٹر ان کے سر پر آ چکا تھا۔

"آپ اعلان کر دیجیے گا۔" دانش نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کہا۔ "ضروری ہے یہ اعلان کرنا کہ پشمینہ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے اس لیے میں اسے دیکھنے جا رہا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر اب اتنا نیچے آ چکا تھا کہ دانش یزدانی اس پر سوار ہو سکتا تھا۔ اسد گیلانی کو اپنی بات کا جواب نہیں ملا اور دانش چلا گیا۔

اب مجبوری تھی۔ اسد گیلانی کو وہ اعلان کرنا ہی پڑا جو دانش یزدانی چاہتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ ریلی کے شرکاء میں بے چینی پھیل گئی۔ بہت سے لوگ ٹی وی چینلز کو فون کرنے لگے۔ ہر ایک کا سوال یہی تھا کہ پشمینہ حیات کو بخار ہو گیا ہے یا کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خطرناک بات ہوئی ہے جو چھپائی جارہی ہے۔ لوگوں کو بھی وہی شبہ ہوا تھا جو اسد گیلانی کو ہوا تھا۔ لوگ صحیح بات معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگئے تھے لیکن ٹیلی ویژن والے بھی کسی کو کیا جواب دیتے؟ وہ خود بے خبر تھے۔ وہ صرف اتنا کہہ سکے کہ انہوں نے اپنے رپورٹرز کو کسی نہ کسی طرح پشمینہ حیات کے گھر بھیجا ہے اور ان کی رپورٹ کا انتظار کررہے ہیں۔

ریلی بہرحال آگے بڑھتی رہی۔ یہ تو ہوا کہ ریلی میں شریک خاصے لوگ ان اسپتالوں کی طرف چلے گئے جہاں ہلاک ہونے والوں کی لاشیں اور زخمیوں کو پہنچایا گیا تھا۔ اس کے باوجود ریلی میں ایسی کمی نہیں آئی تھی جسے محسوس کیا جاسکتا۔

پانچ بجے تک اسد گیلانی خاصا پریشان ہوچکا تھا۔ اس نے کئی مرتبہ پشمینہ اور دانش یزدانی سے فون پر رابطہ کرنا چاہا تھا لیکن اسے دونوں ہی کے فون بند ملے تھے۔ حتیٰ کے ڈیبرا نے بھی اپنا فون بند کررکھا تھا۔

پانچ بج کر پانچ منٹ پر اسد گیلانی کو دانش یزدانی کا فون موصول ہوا۔

"شکر ہے کہ تم نے رابطہ کیا۔ مجھے تم تینوں ہی کے موبائل بند مل رہے تھے۔"

"مجبوری تھی۔" دانش نے جواب دیا۔ "پے در پے گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔ ٹی وی چینلز والوں نے غیر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے یا نہ جانے کیا ہوا ہے کہ عام لوگوں کو بھی ہمارے فون نمبر معلوم ہوگئے ہیں۔ پشمینہ کے بارے میں جاننے کے لیے لوگ بے تحاشا فون کررہے ہیں۔" پشمینہ کا نام لیتے ہوئے دانش کی آواز بھرا گئی تھی۔

"کیسی ہیں اب میڈم؟" اسد گیلانی نے جلدی سے پوچھا۔

"اچھا اب سن ہی لیجیے آپ، لیکن ہمت نہ ہار جایئے گا۔ میں پشمینہ کے بارے میں جو کچھ بھی بتاؤں گا، وہ آپ کے سوا کسی کو نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ ابھی تفصیل تو میں آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا، بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔"

"کیا ہوگیا ہے انہیں؟" اسد گیلانی کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔

"میں نے کہا نا کہ میں ابھی زیادہ کچھ آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ابھی میں نے آپ کو فون اس لیے کیا ہے کہ اب پانچ بج چکے ہیں۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ریلی قصرِ صدارت تک پہنچ جائے گی۔ کوشش کیجیے کہ کسی طرح کرین ہجوم کے آگے پہنچ سکے۔ لوگوں کو قابو میں کرسکیں گے آپ؟ میرا خیال ہے کر لیں گے۔"

"کوشش کرتا ہوں لیکن....."

"میں اب یہاں سے روانہ ہوکر آپ کے پاس ہی آرہا ہوں۔ کرین کسی طرح بھی آگے نکالنے کی کوشش کیجیے..... ریلی جب وہاں پہنچے تو مجھے بھی کرین پر ہونا چاہیے۔ میں پشمینہ کی یہ بات نظرانداز نہیں کرسکتا کہ قیادت مجھے ہی کرنا ہے۔ بس اب میں بند کررہا ہوں۔"

اسد گیلانی نے محسوس کیا کہ دانش یزدانی بولنے میں دقت محسوس کررہا تھا۔ بار بار ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آواز رندھنے لگتی تھی اور وہ بڑی مشکل سے خود پر قابو پارہا تھا۔

اس نے رابطہ منقطع کردیا۔ اسد گیلانی کے دل میں آیا کہ اب وہ دانش سے رابطہ قائم کرے لیکن اسے امید نہیں تھی کہ دانش اسے حقیقت سے آگاہ کرے گا۔ دوسرا امکان یہ بھی تھا کہ دانش یزدانی نے اپنا موبائل پھر بند کردیا ہوگا۔

اسد گیلانی نے لاؤڈ اسپیکرز پر اعلان شروع کیا کہ لوگ کرین کے سامنے سے ہٹنے کی کوشش کریں تاکہ گاڑی آگے بڑھ سکے۔ یہ پشمینہ حیات صاحبہ ہی کی خواہش ہے کہ جب ریلی قصرِ صدارت کے قریب پہنچے تو کرین سب سے آگے ہو۔ وہ بخار میں ضرور مبتلا ہوگئی ہیں لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ان کا بخار نہ اترا تو بھی اس وقت کرین پر آجائیں گی حالانکہ ڈاکٹر انہیں روکنے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ آپ لوگوں سے ان کی محبت ہے کہ وہ ہر حال میں آپ لوگوں کے قریب رہنا چاہتی ہیں۔" اسد گیلانی مستقل جھوٹ بولتا چلا گیا تاکہ عوام کو کسی حد تک تو مطمئن کرسکے۔

عوام مطمئن ہوئے یا نہیں، اسد گیلانی کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکا مگر لوگوں نے یہ کوشش ضرور کی کہ کرین کے سامنے سے ہٹنے کے لیے کوشاں ہوئے۔ ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ یہ کوئی آسان بات نہیں تھی، پھر بھی کچھ تو ہوا اور کرین کی گاڑی کے ڈرائیور کو رفتار میں کچھ اضافہ کرنے کا موقع مل گیا۔

پونے چھ بجے تھے جب دانش یزدانی ہیلی کاپٹر کے ذریعے واپس آیا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"شاید پشمینہ حیات کا نام سن کر ہی لوگوں نے ہمارے آگے بڑھنے کے لیے راستہ چھوڑنا شروع کیا ہے۔" اسد گیلانی نے کہا۔ "لوگ انہیں پروانہ وار چاہنے لگے ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی بری خبر سننا ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگا۔"

دانش یزدانی نے اسے کوئی جواب دینے کے بجائے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

موبائل پر ٹی وی چینل سے رابطہ کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ گھروں پر بیٹھے ہوئے لوگ بھی اس کی باتیں سن لیں۔ چینل کے اینکر پرسن نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن دانش یزدانی نے تقریباً اسی قسم کی باتیں کیں جو اسد گیلانی سے کر چکا تھا۔ بیچ میں اسد گیلانی نے اس سے موبائل چھین کر یہ ضرور کہا کہ قصر صدارت تک پہنچنے سے پہلے میڈم ہمارے ساتھ ہوں گی۔"

دانش یزدانی نے موبائل چھینے جانے کا برا نہیں مانا تھا۔ اس کے خیال میں یہ بات کہنی ضروری تھی کہ پشمینہ حیات جلد ہی ان کے درمیان ہوں گی۔

"وہ ٹھیک ہیں نا؟" اسد گیلانی نے اس سے پوچھا۔

دانش نے اس مرتبہ بھی جواب دینے کے بجائے کہا۔ "کرین کی گاڑی کی رفتار اچھی خاصی بڑھ گئی ہے۔ ہم ساڑھے چھ بجے تک آگے پہنچ جائیں گے۔"

دانش یزدانی کا خیال درست ثابت ہوا کہ ساڑھے چھ بجے تک کرین سارے ہجوم سے آگے پہنچ چکی تھی۔

اس وقت عام لوگوں نے چینلز کو فون کرنا شروع کر دیا کہ اب پشمینہ حیات ہرگز نہ آئیں۔ انہیں مشین گنوں کی زد پر نہیں آنا چاہیے۔ قربانیاں دینے کے لیے عوام تیار تھے۔

اب قصرِ صدارت دکھائی دینے لگا تھا۔

اس وقت ایک ایسا واقعہ ہوا کہ نہ صرف کرین کی گاڑی روک دینا پڑی بلکہ ہجوم بھی رکنے لگا۔

کسی جانب سے دو طیارے گرجتے ہوئے قصرِ صدارت کے قریب پہنچے تھے اور مشین گنوں پر گولیاں اور راکٹ برساتے ہوئے گزر گئے تھے۔ وہاں کوئی ائر کرافٹ گن نہیں تھی جس سے ان طیاروں کو گرانے کی کوشش کی جا سکتی تاہم مشین گنوں سے گولیاں ضرور برسائی گئی تھیں جن سے کسی بھی طیارے کو نقصان نہیں پہنچا تھا لیکن مشین گنوں پر مامور لوگوں کی اکثریت اپنے ہی خون میں تڑپ رہی تھی اور خاصی مشین گنیں بھی یا تو تباہ ہو گئی تھیں یا اِدھر اُدھر لڑھکی پڑی تھیں۔

طیارے ایک چھوٹا سا چکر لگا کر پھر لوٹے۔ اس مرتبہ بقیہ مشین گنوں پر مامور لوگوں نے جان بچانے کے لیے بھاگنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی لیکن دوسرے چکر میں ان طیاروں نے باقی مشین گنوں کو بھی تباہ کر دیا اور پھر اسی طرف جانے لگے جدھر سے آئے تھے۔

"لوگوں کا جوش و خروش بہت بڑھ گیا ہے۔"

"اب کوئی خطرہ نہیں رہا۔ کوئی خطرہ نہیں رہا۔" اس قسم کے فقرے ہر شخص بول رہا تھا۔

"ان طیاروں پر کسی ملک کا نشان نہیں تھا۔" اسد گیلانی نے کہا جو دوربین سے سارا منظر دیکھتا رہا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ اسی ملک کے طیارے ہوں گے جس کا طیارہ صدر حیات نے تباہ کروایا ہے۔ ائرپورٹ اور صدر کا طیارہ تباہ کرنے میں بھی اسی کا ہاتھ ہے۔" دانش یزدانی نے کہا۔ "یو این او کے اجلاس میں تو ابھی کوئی اہم فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ان کا دوسرا اجلاس کل ہوگا۔"

"ان لوگوں کو ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے۔" اسد گیلانی نے تلخی سے کہا۔ "جب انہیں کسی ملک کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، تبھی وہ جلدی حرکت میں آتے ہیں۔"

ریلی اب تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ٹی وی چینلز سے لوگوں کا یہ مطالبہ اب ختم ہو چکا تھا کہ پشمینہ نہ آئے کیونکہ مشین گنوں کا خطرہ ختم ہونے کے بعد اب قصرِ صدارت میں گھسنا ذرا بھی مشکل نہیں رہا تھا۔

لیکن دانش یزدانی نے اعلان کیا تھا کہ ڈاکٹروں نے پشمینہ حیات کو بستر سے اٹھنے کی بھی اجازت نہیں دی ہے۔

☆☆☆

صدر حیات اپنے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کی نظریں اردگرد موجود کئی ٹی وی سیٹ کی نگرانی کر رہی تھیں۔ وہ سب ٹی وی ان کلوز سرکٹ کیمروں سے منسلک تھے جو محل کے ان حصوں میں لگائے گئے تھے جہاں سے لوگوں کا داخلہ ممکن تھا۔

سات بجنے میں دس منٹ باقی تھے جب اسکرینوں پر لوگ شور مچاتے اور اسلحہ سنبھالے محل میں داخل ہوتے دکھائی دیے۔ ان راستوں کے علاوہ کھڑکیاں توڑ کر بھی لوگوں کا داخلہ شروع ہو چکا تھا۔

"آؤ..... آؤ..... مرنے آؤ۔" صدر حیات بڑبڑاتا ہوا کرسی سے اٹھا اور تیزی سے برابر کے اس کمرے میں پہنچا جہاں لیور دبانے سے ڈائنامائٹ اڑائے جا سکتے تھے۔ وہ لیور کے قریب رک گیا۔ اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

اسی وقت کمرے کا وہ دروازہ پیٹا گیا جہاں سے اندر داخل ہوا جا سکتا تھا۔

"دروازہ کھولیے ڈیڈی! میں مرتے وقت آپ کے ساتھ ہونا چاہتا ہوں۔ لوگ تو محل میں گھستے چلے آ رہے ہیں۔"

صدر حیات نے فوراً لیور نہیں دبایا تھا۔ اس کا وہ کمرا ایسی جگہ تھا جہاں پہنچنے میں لوگوں کو کچھ وقت لگتا۔ حیات چاہتا تھا کہ اتنی دیر میں زیادہ سے زیادہ لوگ محل میں داخل ہو چکے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہوں۔

"دروازہ کھولیے، پلیز۔" آفتاب کی آواز پھر سنائی دی۔

کچھ سوچتا ہوا حیات دروازے کی طرف گیا۔ دروازہ کھول کر اس نے آفتاب کو اندر آنے دیا۔ پھر خود ہی دروازہ بند کر کے مڑا تو اس نے دیکھا کہ آفتاب اس کے اور لیور کے درمیان حائل تھا۔

"میں آپ کو یہ لیور نہیں دبانے دوں گا۔" آفتاب نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔ "موت تو میری بھی یقینی ہے ان لوگوں کے ہاتھوں لیکن میں اب اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ بس ان بے قصور لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کو مرنے نہیں دوں گا۔"

"ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔" حیات غراتا ہوا آگے بڑھا۔

"ہرگز نہیں۔ میں یہ نہیں کرنے دوں گا آپ کو۔"

حیات نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ یہ اس کا وہ مخصوص ریوالور تھا جس پر سونے کی پتر چڑھی ہوئی تھی یا وہ سونے اور کسی دھات کو ملا کر بنایا گیا تھا۔ آفتاب کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

"ہٹ جاؤ۔" حیات پھر غرایا۔ "ورنہ میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

"اگر آپ اپنے بیٹے کو گولی ماریں گے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ آپ یقینی طور پر اپنا دماغی توازن کھو چکے ہیں اور جو پاگل ہو چکا ہو، گولی اسے ماردینا چاہیے۔" آفتاب نے خود کو تیزی سے گرا کر اس گولی سے بچایا جو حیات کے ریوالور سے نکل چکی تھی۔ وہ بال بال بچا اور ساتھ ہی اس نے اپنا ریوالور بھی نکال لیا مگر اس سے پہلے کہ وہ باپ پر گولی چلاتا، حیات نے زیادہ تیزی سے اپنا ریوالور نیچے کرتے ہوئے گولیاں داغ دیں۔ آفتاب کیونکہ لیٹ گیا تھا اور اس کا سر حیات کی طرف تھا اس لیے دونوں گولیاں اس کے سر پر لگیں اور وہ فرش پر بے حس و حرکت ہو گیا۔

"بے وقوف!" حیات دانت پیستا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے آفتاب کی لاش کو ٹھوکر ماری اور لیور کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔ لیور اس نے اب بھی نہیں دبایا۔ وہ محل میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کا داخلہ چاہتا تھا۔

محل بہت بڑا تھا۔ آدھا گھنٹا اور گزر گیا۔ پھر بھاگتے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب آنے لگیں۔

"یہ کمرا رہ گیا ہے۔" حیات نے دانش یزدانی کی آواز پہچانی۔ "کھولو دروازہ، نہ کھلے تو توڑ دو۔"

دروازہ تھوڑا سا لرزا۔ اسے کھولنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"توڑ ڈالو۔" دانش یزدانی ہی کی آواز تھی۔

"توڑو۔" اور مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" حیات نے دانت پیسے۔ اس کا ہاتھ لیور پر پہنچ چکا تھا۔

دروازے پر غالباً رائفلوں کے دستے مارے جا رہے تھے۔

"رخصت۔" حیات نے کہا اور لیور دبا دیا۔

لیور دبایا اور سکتے میں کھڑا رہ گیا۔ کوئی ڈائنامائٹ نہیں پھٹا تھا، کوئی دھماکا نہیں ہوا تھا۔

غصے میں حیات کے منہ سے کچھ عجیب سی آواز نکلی۔ وہ سمجھ گیا کہ ان لوگوں نے بھی اسے دھوکا دیا تھا جن کو اس نے ڈائنامائٹ لگانے کی ہدایت کی تھی۔

"وہ بھی دھوکا دے گئے۔" وہ دانت پیستا ہوا تیزی سے اپنے کمرے میں گیا۔ وہاں سے اس نے ہلکی مشین گن اٹھائی۔

"تم مجھے زندہ نہیں پکڑ سکتے کتو!" وہ غراتا ہوا واپس اسی کمرے میں آیا جہاں دروازہ توڑنے کی کوشش کی جا رہی تھی لیکن اس کا ٹوٹنا آسان نہیں تھا۔ وہ خاصی مضبوطی سے بنایا گیا تھا۔

لیکن آخر کار ٹوٹے گا۔ حیات کو یقین تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اندر جتنے بھی لوگ آئیں گے، وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔

پھر وہی ہوا۔ دروازہ ٹوٹ گیا۔ لوگ تیزی سے اندر آئے اور حیات نے مشین گن سے گولیوں کی برسات کر دی۔

حیات کئی افراد کو ختم کرنے میں کامیاب بھی رہا لیکن جواب میں چلائی جانے والی گولیوں نے اس کا سارا جسم چھلنی کر ڈالا۔ وہ فرش پر گرا اور اپنے ہی خون میں لت پت بے حس و حرکت ہو گیا۔

کسی نے چیخ کر کہا کہ دانش صاحب کو فوراً اسپتال پہنچاؤ۔

کوئی دوسرا چیخا۔ "ہم اس درندے کی لاش کو سڑکوں پر گھسیٹیں گے۔"

دانش یزدانی ان لوگوں کو ہدایت کر چکا تھا کہ محل میں آگ ہرگز نہ لگائی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا۔

سائرن بجاتی ہوئی کئی ایمبولینس محل کے باہر پہنچ چکی تھیں۔ مرنے والوں کی لاشیں اور زخمی ہونے والوں کو فوراً ان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میں پہنچایا گیا۔

''دانش صاحب کی حالت نازک معلوم ہو رہی ہے۔''

کسی نے رو دینے والے انداز میں کہا تھا۔

بہت سے لوگوں نے اس کی آواز ہی نہیں سنی۔ وہ غیظ و غضب کے عالم میں تھے اور حیات کی لاش کو گھسیٹ کر کمرے سے باہر لے جا رہے تھے۔ زخمیوں اور لاشوں کو بڑی پھرتی سے اٹھا کر باہر لے جایا جا چکا تھا۔

لوگ حیات کی لاش کو گھسیٹتے ہوئے نہ صرف کمرے سے نکلے بلکہ اسے محل سے بھی نکال لائے۔

ٹی وی کیمرے یہ منظر اپنے اپنے چینلز کو پہنچا رہے تھے۔ وہ مناظر ساری دنیا میں دیکھے گئے کہ حیات کی لاش سڑکوں پر گھسیٹی جا رہی تھی۔ لوگ لاش سے بھی اپنی شدید نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ اس پر جوتے برسائے جا رہے تھے، تھوکا جا رہا تھا، لوگ طرح طرح سے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے۔

☆☆☆

پشمینہ کی آنکھیں کھلیں تو وہ ایک بڑے اسپتال کے کمرے میں تھی۔ آنکھیں کھلنے پر اس نے اپنے اردگرد دیکھا۔ اسے کچھ چہرے دکھائی دیے لیکن فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون تھے اور وہ خود کون تھی۔ اس نے بھنبھناہٹ سی سنی۔ وہ دراصل کئی افراد کے بہ یک وقت بولنے کی آوازیں تھیں۔

پھر اس کے دماغ میں مختلف مناظر کے جھماکے ہونے لگے۔ ریلی، ٹی وی چینلز کا شور، پشمینہ حیات زندہ باد، ہیلی کاپٹر، صدر حیات کا چہرہ، ماں باپ کے چہرے، بھائی اور بھاوج کے چہرے، ہلاک اور زخمی ہونے والوں کو اسپتال لے جائے جانے کے مناظر، گولیاں چلنے کی تڑاتڑ، پرواز کرتا ہوا ایک ہیلی کاپٹر، گولی چلنے کی آواز، پھر چند لمحے کی مکمل تاریکی اور پھر فوراً روشنی جس کے ساتھ ہی اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی تو دائیں بائیں سے دو ہاتھوں نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈالا۔

''تیزی سے مت اٹھیے!'' اس کے لیے اجنبی آواز ایک نرس کی تھی۔

پشمینہ نے اپنے آس پاس موجود افراد کو پہچان لیا۔ اس کی بھاوج قدسیہ، پارٹی کا صدر اسد گیلانی، ڈیبرا، دانش یزدانی، دو ڈاکٹر، دو نرسیں۔

''شکر ہے کہ آج کے بعد تم ہوش میں ہی رہو گی۔'' دانش یزدانی مسکراتا ہوا بولا۔ ''ڈاکٹر صاحب نے یہی بتایا ہے۔''

پشمینہ نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس نے کچھ بوجھ محسوس کیا تھا۔ اس کے ہاتھوں نے اس ڈریسنگ کا لمس محسوس کیا جو اس کے سر پر کی گئی تھی۔ یہ اسے یاد آ چکا تھا کہ اس نے ایک گولی چلنے اور ایک دھماکے کی آواز سنی تھی اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے گہری تاریکی چھا گئی تھی۔

''تمہارے سر میں گولی لگی تھی۔'' دانش پھر بولا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ آپریشن طویل تو تھا لیکن بہت کامیاب رہا۔''

''ممی کہاں ہیں؟'' پشمینہ نے پوچھا اور خود محسوس کیا کہ اس کی آواز میں خاصی نقاہت تھی۔

''ابھی کسی کام سے گئی ہیں، آ جائیں گی۔'' قدسیہ بول پڑی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے۔

یکایک پشمینہ چونکی۔ ''مگر تم سب یہاں کیوں ہو؟ ریلی کی قیادت.....''

''سب کچھ ہو چکا ہے۔ ہم کامیاب ہو چکے ہیں۔ تم ایک مہینا دس دن کے بعد مکمل ہوش میں آئی ہو۔''

''کیا؟'' پشمینہ حیران رہ گئی۔

''نرس! انجکشن۔'' ایک ڈاکٹر بولا۔

نرس پہلے ہی انجکشن تیار کر چکی تھی جو اس نے فوراً پشمینہ کے بازو میں لگا دیا۔

''اب آپ خود کو بالکل ٹھیک سمجھیے پشمینہ صاحبہ!'' ڈاکٹر بولا۔

دوسرا ڈاکٹر خاموش رہا تھا۔ غالباً وہ اسسٹنٹ ڈاکٹر تھا۔

''بس چند دن آرام کی ضرورت ہے۔'' پہلے ڈاکٹر نے مزید کہا۔ ''برطانوی ڈاکٹروں نے تو معجزہ کر دکھایا ورنہ زخم اتنی جلدی مندمل نہیں ہو سکتا تھا۔''

''برطانوی..... ڈاکٹر.....'' پشمینہ رک رک کر بولی۔

''جی ہاں۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ''آپریشن کی کامیابی کے باوجود چار دن بعد آپ کی حالت یکایک زیادہ خراب ہو گئی تھی اور ہنگامی طور پر برطانیہ سے دو بہت بڑے ڈاکٹروں کو بلایا گیا تھا۔ وہ دس گھنٹے بعد ہی یہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ کل ہی اس یقین کے ساتھ یہاں سے رخصت ہوئے ہیں کہ اب ان کی ضرورت نہیں۔ وہ یہ پیش گوئی بھی کر گئے تھے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مکمل طور سے ہوش میں آ جائیں گی۔''

''کیا ہو چکا ہے اس عرصے میں؟'' پشمینہ نے بے چین ہو کر دانش اور اسد گیلانی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ کی آنکھوں میں آنسو کیوں آ گئے ہیں؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"خوشی کے آنسو ہیں۔" قدسیہ نے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا لیکن حقیقتاً وہ دکھی تھی۔ جو کچھ ہو چکا تھا، وہ اس کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے درد گھول گیا تھا۔ شوہر سے مخالفت کے باوجود وہ آفتاب سے محبت کرتی تھی۔

"تم لوگ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟" پشمینہ پھر دانش یزدانی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"نرس!" ڈاکٹر پھر بول پڑا۔ "بس تم یہاں رکو..... ہماری اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ اس نے صرف ایک نرس سے کہا۔ دوسری نرس دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ کمرے سے چلی گئی۔

دانش بولا۔ "سر میں گولی لگنے کے بعد تم بے ہوش ہو کر ڈیبرا کی گود میں گر پڑی تھیں۔ اس وقت پائلٹ نے بڑی حاضر دماغی کا ثبوت دیا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر فوراً اسپتال لے آیا تھا۔ وہاں سب تیار بھی تھے کیونکہ ڈیبرا نے انہیں موبائل پر اطلاع دے دی تھی۔ تمہارا آپریشن خاصا طویل تھا لیکن کامیاب رہا تھا۔ تمہیں یاد ہے کہ تم اب سے پہلے تین مرتبہ ہوش میں آچکی ہو اور دو مرتبہ تو ہم سے دو ایک منٹ بات چیت بھی کر چکی ہو۔"

"نہیں۔" پشمینہ نے کہا۔ "مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔" وہ عجیب سی بے بسی محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے ڈیبرا نے اس حادثے کے بعد فوراً اطلاع دی تھی۔ مجھے لینے کے لیے ہیلی کاپٹر بھجوا دیا تھا۔ ائرو کلب والوں نے ہم سے مکمل تعاون کیا۔ میں یہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ ڈیبرا کو پریشان اور روتے ہوئے دیکھا۔ تم اس وقت آپریشن تھیٹر میں تھیں، لیکن وہاں سے کوئی نہ کوئی کسی وجہ سے باہر نکلتا تھا تو ہمیں یہ تسلی ضرور دیتا تھا کہ آپریشن اطمینان بخش طور پر جاری ہے۔ میری حالت بہت غیر ہو گئی تھی پشمینہ! ایک طرف تمہاری فکر، دوسری طرف تمہارے مشن کی۔ تم نے قیادت کی ذمے داری مجھے سونپی تھی۔ میں نے بمشکل خود کو سنبھالا اور قیادت کے لیے واپس گیا۔ ڈیبرا سے کہہ دیا تھا کہ مجھے صورتِ حال سے آگاہ رکھے۔ واپس جا کر میں نے تمہارے بارے میں حقیقت کسی کو نہیں بتائی۔"

"مجھے بھی نہیں۔" اسد گیلانی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"خبر چھپانا ضروری تھا۔"

"آخر میں ہوا کیا؟ وہ بتاؤ!" پشمینہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"تفصیل سے پھر کسی وقت بتاؤں گا۔" دانش نے کہا، پھر ہچکچاتا ہوا بولا۔ "صدر حیات..... مارے گئے۔"

پشمینہ یک لخت نہ صرف چپ ہوئی بلکہ اس نے اپنی آنکھیں بھی بند کر لیں۔ تمام تر مخالفتوں کے باوجود وہ صدر حیات کی بیٹی تو تھی۔

اس وقت قدسیہ سسکیاں لے کر رونے لگی۔

پشمینہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ اس وقت خود اس کی آنکھیں بھی قدرے بھیگی بھیگی سی تھیں۔

"آفتاب بھی زندہ نہیں رہے۔" دانش نے دھیمی آواز میں کہا۔ "انہیں پہلے ہی گولیاں ماری جا چکی تھیں۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ دو گولیاں صدر حیات کے ریوالور سے چلائی گئی تھیں۔ سمجھ میں نہیں آسکا کہ ایسا کیوں ہوا۔"

قدسیہ، پشمینہ پر جھکی اور اس کے شانے سے سر لگا کر سسکیاں لینے لگی۔ سسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا کہ جب اچانک پشمینہ نے اسے ہیلی کاپٹر میں بٹھایا تھا، اسی وقت وہ ساری بات سمجھ گئی تھی اور اسے یہ خیال بھی آگیا تھا کہ شاید وہ دوبارہ اپنے شوہر کو زندہ نہ دیکھ سکے۔

پشمینہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ سب تو ہونا ہی تھا۔" پشمینہ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ "مجھے شروع ہی سے اندازہ تھا۔ پھر بھی یہ خبر سن کر جھٹکا تو میرے ذہن کو بھی لگا ہے۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"ممی کہاں گئی ہیں؟" اس کی آواز اب بھی بھرائی ہوئی تھی۔

"ایک مہینا دس دن وہ یہیں رہی ہیں۔ بس چپ رہتی تھیں۔ صدر حیات کے بارے میں انہیں بھی علم ہو گیا تھا۔ وہ صرف تمہارے لیے یہاں رکی ہوئی تھیں لیکن یہ بھی کہتی رہی تھیں کہ وہ تم سے ناراض ہیں۔ ابھی جب تمہیں ہوش آیا تھا تو تم فوری طور پر ہم میں سے کسی کو نہیں پہچان سکی تھیں۔ اس وقت وہ بھی یہیں تھیں۔ تمہیں ہوش میں آتا دیکھ کر فوراً یہاں سے چلی گئیں۔"

"کہاں؟"

"میں نے تو چاہا تھا کہ وہ تمہارے گھر جائیں لیکن انہوں نے کچھ دن پہلے ہی ایک ہوٹل میں کمرا بک کروا لیا تھا۔ وہ وہیں گئی ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی ان کے شوہر کے ساتھ ہی ختم ہو۔"

پشمینہ چپ رہ گئی۔

"ملکی صورتِ حال اب بالکل ٹھیک ہو چکی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دانش یزدانی نے پشمینہ کا دھیان بٹانے کے لیے دوسری باتیں چھیڑ دیں۔ ''آرمی چیف کو غالباً یقین تھا کہ کیا ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے کچھ تیاریاں کرلی تھیں۔ حکومت کے خاتمے کے بعد انہوں نے اسی دن ایک فوجی کونسل قائم کردی تاکہ ملک کا نظم و نسق کسی حد تک تو سنبھالا جا سکے اور پھر تین دن بعد ہی ٹیکنوکریٹس کی حکومت بنوادی تھی۔ عبوری وزیراعظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ جلد از جلد انتخاب کروائے۔ تمہیں چند دن پہلے ہوش آیا تھا تو برطانوی ڈاکٹروں نے تمہاری بے ہوشی کے بعد کہا تھا کہ اب تم ہوش میں آؤ گی تو ہوش میں ہی رہو گی۔ آرمی چیف برابر یہاں اسپتال کے ڈاکٹروں سے رابطے میں رہ کر تمہاری خیریت دریافت کرتے رہے۔ کئی مرتبہ مجھ سے بھی ملک کی سیاسی صورتِ حال پر گفتگو کی۔ کل انہی کے ایما پر عبوری وزیراعظم نے آئندہ پندرہ دن میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان کردیا ہے۔ میں پارٹی کے کاموں سے غافل نہیں رہا تھا۔ ری پبلکن فورم نے ہر شہر سے لوگوں کو انتخاب کے لیے کھڑا کیا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ ہماری پارٹی بھاری اکثریت سے جیتے گی جو سیاسی پارٹیاں ہمارے ساتھ بعد میں شامل ہوئی تھیں، ان سے انتخابات کے معاملے میں اتحاد کرنے سے میں نے صاف انکار کردیا تھا۔''

''تم نے بھی کاغذات داخل کردیے ہیں؟'' پشمینہ نے پوچھا۔

''ہاں، اور تمہارے بھی۔''

''میرے؟'' پشمینہ حیران ہوئی۔ ''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''عبوری حکومت آرمی چیف کے اشارے پر کام کررہی ہے۔ کاغذات پہلے ہی چھپوا لیے تھے۔ مجھ سے انہوں نے کہا تھا کہ جب بھی تم کچھ ہوش میں آؤ، تم سے دستخط کروا لیے جائیں۔ چند دن پہلے جب تم ہوش میں آئی تھیں، اس وقت کی کوئی بات تمہیں یاد نہیں۔ میں نے اسی وقت تم سے دستخط کروا لیے تھے۔''

''اوہ!'' پشمینہ کے منہ سے اتنا ہی نکلا۔ اس کے چہرے سے ظاہر نہیں ہوا کہ اسے خوشی ہوئی تھی۔

اس دوران میں قدسیہ نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

''کسی طرح ممی کو لاؤ دانش!'' پشمینہ کچھ توقف سے بولی۔

''نہیں آئیں گی وہ۔'' دانش نے جواب دیا۔ ''تم اسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد خود ہی انہیں منانا۔''

''ہوں۔'' پشمینہ چند لمحے چپ رہی، پھر اس نے قدسیہ سے کہا۔ ''آپ اتنے دن تک کہاں رہیں؟''

''میں بھی ممی کے ساتھ یہیں رہی ہوں۔ اب میں چاہتی تھی کہ تم سے اجازت لوں۔''

''ممی کے پاس ہوٹل ہی جائیں۔ جب تک میں اسپتال میں ہوں، ان کی خبرگیری آپ ہی کو کرنی ہوگی۔''

''میں پہلے ہی یہ فیصلہ کرچکی تھی پشمینہ۔''

''تو جائیے..... ان کا دھیان رکھیے۔'' پشمینہ اداس نظر آئی۔

قدسیہ کے جانے کے بعد پشمینہ نے اسد گیلانی سے کہا۔ ''آپ بالکل چپ ہیں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ سے کیا بات کروں۔ اگرچہ آتشِ بغاوت آپ ہی کی وجہ سے بھڑکی تھی۔ جو کچھ ہوا، اس کا اندازہ بھی آپ کو پہلے سے تھا۔ اس کے باوجود اب آپ..... میرا مطلب ہے..... نتائج سننے کے بعد آپ کا دل بوجھل تو ہوگیا ہوگا۔''

پشمینہ نے جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کرلیں۔

''اب تمہاری طرف سے تو اطمینان ہوگیا ہے۔'' دانش بولا۔ ''یہاں کی ہر نرس دل و جان سے تمہارا خیال رکھنا چاہتی ہے اس لیے اب مجھے اور انہیں بھی اجازت دو۔'' اس نے اسد گیلانی کی طرف اشارہ کیا۔ ''ہمیں انتخابات کی بھرپور سرگرمیاں جاری رکھنی ہوں گی۔''

''ہاں۔'' پشمینہ نے آنکھیں کھول کر جواب دیا۔ ''جب تک میں ٹھیک نہیں ہوجاتی، تمہیں شب و روز کام کرنا ہوگا۔ ہاں ایک بات پوچھنا تو میں بھول ہی گئی۔ عوام اب تو جان گئے ہوں گے کہ مجھ پر کیا گزری ہے۔''

''اس بارے میں تو فوراً ہی بتا دیا گیا تھا۔ اس وقت ہر شہر، بلکہ ہر کوچے میں تمہاری صحت یابی کی دعائیں مانگی جارہی ہیں۔ سارا ملک تم سے والہانہ محبت کرنے لگا ہے۔ تم ابھی ٹی وی کھلوا لینا۔ تمہارے بارے میں پروگرام اب بھی جاری ہیں۔ اور ہاں!'' دانش نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ''تمہارا موبائل میرے پاس ہے۔'' اس نے موبائل نکال کر پشمینہ کو دیا۔ ''یہ بند رکھا تھا میں نے۔''

''اچھا کیا تھا۔'' پشمینہ نے کہا۔ ''اب جائیے آپ دونوں۔'' اس نے اسد گیلانی کی طرف دیکھا۔ ''میری عدم موجودگی میں آپ دونوں پر بھاری ذمے داریاں ہیں پارٹی کی۔''

''پارٹی کے سبھی لوگ جوش و خروش سے کام کررہے ہیں۔ فون پر آپ کی خیریت بھی معلوم کرتے رہتے ہیں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پشمینہ نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ ان دونوں کو رخصت کرنے کے بعد پشمینہ نے اپنا موبائل کھولا اور روبینہ حیات سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف گھنٹی تو بجتی رہی لیکن کال ریسیو نہیں کی گئی۔

''کب تک ناراض رہیں گی ممی!'' اس نے زیرِ لب بڑبڑا کر رابطہ منقطع کر دیا۔

''کیا ٹی وی کھول دوں میڈم؟'' نرس نے پوچھا۔

پشمینہ نے اشارے سے اجازت دی۔ نرس نے ٹی وی کھولا اور ریموٹ پشمینہ کو دے دیا۔

دن کا وقت تھا اس لیے گزشتہ رات کے پروگرام ریپیٹ کیے جا رہے تھے۔ جو چینل اس وقت لگا تھا، وہ کوئی مزاحیہ پروگرام دے رہا تھا۔ پشمینہ نے چینل بدلا۔ پھر دوسرا، تیسرا، چوتھے چینل پر وہ رک گئی۔ اس پر ٹاک شو ہو رہا تھا۔ بات ری پبلکن فورم ہی کی ہو رہی تھی۔ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ انتخابات میں ری پبلکن پارٹی سویپ کرے گی، اسے صرف مذہبی جماعتوں کے ووٹ نہیں ملیں گے۔

پھر یکا یک پروگرام رکا اور ''بریکنگ نیوز'' کا سلائڈ آیا۔

بریکنگ نیوز یہ تھی کہ پشمینہ حیات اب مکمل ہوش میں ہیں اور چند ہی دن میں اسپتال سے ڈسچارج کر دی جائیں گی۔

پھر اس خبر پر دیگر تجزیہ کاروں کی رائے لی جانے لگی۔ وہ بھی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

پشمینہ نے ٹی وی بند کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا چہرہ سپاٹ ہی رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد اس نے پھر ٹی وی کھولا۔ اب تقریباً ہر چینل پر اسی کے بارے میں لائیو پروگرام چل رہے تھے۔ مختلف شہروں کی صورتِ حال بتائی جا رہی تھی جہاں پشمینہ حیات کی صحت یابی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔

ایک چینل پر اس کا نمائندہ کسی بازار میں کھڑا لوگوں سے پوچھ رہا تھا کہ اب وہ کیا محسوس کر رہے ہیں۔

وہاں بھی لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا اور ایک صاحب نے تو جواب دینے کے بجائے ''پشمینہ حیات، وزیرِ اعظم، زندہ باد'' کا نعرہ لگا دیا۔

نرس نے فوراً پشمینہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ اس وقت بھی سپاٹ تھا۔ وہ چینل بدلتی رہی۔ ہر جگہ یہی ہو رہا تھا۔ پھر یکا یک وہ ایک چینل پر رکی، اس پر صدر حیات کا انجام دکھایا جا رہا تھا۔ اس کی خون میں ڈوبی ہوئی لاش سڑکوں پر گھسیٹی جا رہی تھی۔

''نو.....!'' پشمینہ چیخ پڑی اور پھر آنکھیں بند کر کے سسکیاں لینے لگی۔

نرس نے جلدی سے ٹی وی بند کر دیا۔

انسان کتنا بھی اصول پسند اور اصول پرست کیوں نہ ہو، خون کا اثر تو اپنا رنگ دکھا ہی دیتا ہے۔

پانچ دن بعد پشمینہ کو اسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا۔ اس دوران میں وہ ٹی وی کے ذریعے سیاسی ہنگاموں سے باخبر ہوتی رہی تھی۔ دانش اور پارٹی کے دیگر سرکردہ افراد بھی آ کر اسے صورتِ حال سے آگاہ کرتے رہے تھے۔ دو مرتبہ اقصیٰ بھی اس سے ملنے آئی تھی۔ اس نے بہت سے لوگوں کے اصرار کے باوجود انتخابات میں کھڑے ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

''میں اپنا صرف وہی مشن جاری رکھنا چاہتی ہوں جس کی ذمے داری میرے والد نے مجھے سونپی تھی۔'' اس کا مستحکم جواب تھا۔

جب پشمینہ پارٹی کے سرکردہ افراد کے ساتھ باہر نکلی تو بے شمار لوگ وہاں جمع تھے اور پشمینہ حیات کے نعرے لگا رہے تھے۔

چند فوجی سپاہی بمشکل اسے اس کی کار تک پہنچا سکے۔ پشمینہ ان کی موجودگی پر حیران تھی۔ پھر اس وقت اس کی حیرت میں اضافہ ہوا جب اس کی کار کے آگے پیچھے بھی فوجی گاڑیاں تھیں۔

''یہ سب کیا ہے دانش؟'' وہ بول پڑی۔

کار میں اس کے ساتھ دانش بیٹھا تھا۔ ڈرائیور کے برابر کی سیٹ پر ڈیبرا تھی۔

''یہ آرمی چیف کا فیصلہ ہے کہ تمہیں سیکیورٹی فوج ہی کی طرف سے دی جائے گی۔''

''مگر کیوں؟ مجھے کسی سے کیا خطرہ ہے؟''

''خطرہ ہو یا نہ ہو، مستقبل میں اس ملک کی وزیرِ اعظم تو تم ہی ہو۔''

''ہرگز نہیں۔'' پشمینہ نے سختی سے کہا۔ ''میں وزیرِ اعظم نہیں بننا چاہتی۔''

''تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔'' دانش مسکرایا۔ ''تم سیاسی کمپین میں حصہ لو یا نہ لو، ووٹ تمہیں ہی ملیں گے۔ تمہارے مقابل صرف ایک مذہبی جماعت کا آدمی کھڑا ہوا ہے۔ اسے شاید دو چار ہزار ووٹ مل جائیں۔ کامیاب تو تم ہی ہو گی۔ اسمبلی میں تم پہنچو گی اور جب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیڈر آف دی ہاؤس کا انتخاب ہوگا تو بھی سارے ووٹ تمہیں ہی ملیں گے۔"

"یہ میں نہیں ہونے دوں گی۔ میں تو انتخابات میں حصہ لینے کے لیے کاغذات ہی جمع نہیں کراتی۔ میں اسمبلی سے مستعفی ہو جاؤں گی۔ لیڈر آف دی ہاؤس تم ہو گے۔ میں پارٹی کی چیئر پرسن ہی رہنا چاہتی ہوں۔ پارٹی کے منتخب ارکان میری بات ٹال نہیں سکتے۔ وہ تمہارے ہی حق میں ووٹ دیں گے۔ لیڈر آف دی ہاؤس، اس ملک کے وزیر اعظم تم ہی بنو گے دانش۔"

"تم دیکھنا کہ یہ ممکن ہی نہیں ہوگا۔ بے پناہ لوگ سڑکوں پر آجائیں گے اور ان کے مطالبے پر تمہیں اپنا استعفا واپس لینا ہی پڑے گا۔ تم تو آج نکلی ہو باہر۔ میں تو اتنے دن سے حالات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ لوگ صرف تمہیں وزیر اعظم دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔"

پشمینہ کوئی جواب دینے کے بجائے چونکی۔ "ہم کدھر جا رہے ہیں؟"

"تم اب اپنے گھر ہی جاؤ گی نا..... ٹیرس پر تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کا ملبا صاف کر دیا گیا ہے۔"

"نہیں۔" پشمینہ نے کہا۔ "میں پہلے ممی کے پاس جاؤں گی۔"

"اوہ، ہاں! مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

دانش نے جیب سے موبائل نکال کر غالباً سیکیورٹی ہی کے کسی شخص سے بات کی، پھر موبائل بند کر کے جیب میں ڈال لیا اور ڈرائیور سے کہا۔ "آگے جو سیکیورٹی کی دو گاڑیاں چل رہی ہیں، وہ اب اپنا رخ بدلیں گی۔ انہی کے پیچھے چلنا۔"

"ٹھیک ہے سر۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

اس کے بعد دانش نے پشمینہ سے پھر وزیر اعظم کی بات چھیڑی لیکن پشمینہ سختی سے اپنے موقف پر قائم رہی۔

"لوگوں کا ہجوم تم سے فیصلہ بدلوا لے گا۔" دانش نے اس وقت کہا جب کار ہوٹل پہنچ کر رکی۔

روبینہ حیات کا کمرا پہلی ہی منزل پر تھا۔ وہاں بھی دو سیکیورٹی گارڈ کھڑے تھے۔ اس پر پشمینہ کو تعجب نہیں ہوا۔ ملک کے سابق صدر کی بیوہ کو سیکیورٹی ملنی ہی چاہیے تھی۔

قدسیہ نے انہیں بتایا کہ روبینہ حیات زیادہ وقت کمرے میں بند رہ کر گزارتی ہیں۔

"کمرا ان کا آپ ہی کھلوائیے۔" پشمینہ نے کہا۔ "میری آواز سن کر شاید وہ دروازہ نہ کھولیں۔ جب ملوں گی تو انہیں منا ہی لوں گی۔ اگر انہیں مجھ سے نفرت ہو جاتی تو وہ ایک مہینا دس دن تک اسپتال میں نہ رکتیں۔"

قدسیہ نے سر ہلایا۔

"تم یہیں رکو دانش۔" پشمینہ نے کہا۔ "تم بھی ڈیئر۔"

وہ دونوں وہیں رک گئے۔ قدسیہ اور پشمینہ کمرے کے دروازے پر گئیں۔ قدسیہ نے دروازے پر دستک دی۔

"کون؟ قدسیہ؟" اندر سے روبینہ حیات کی آواز آئی جو غم زدہ تھی۔

"جی ممی! ایک بات بتانا ہے آپ کو۔"

دوسری طرف قدموں کی آہٹ ہوئی جو دروازے کے قریب آکر رکی، پھر دروازہ کھلا۔ پشمینہ کو دیکھ کر روبینہ حیات چونک گئیں۔

"ممی!" پشمینہ کی آواز میں لرزش تھی۔ "آپ کی بیٹی زندہ بچ گئی ہے سر میں گولی کھا کر بھی، اور آپ سے ملنے آئی ہے۔"

روبینہ حیات کچھ کہے بغیر مڑ کر اپنے بستر پر جا بیٹھی۔ پشمینہ اور قدسیہ اندر داخل ہوئیں۔ پشمینہ دونوں ہاتھ جوڑ کر ماں کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی۔" روبینہ حیات نے لرزتے ہونٹوں سے کہا۔ "تم نے مجھے دھوکا دیا۔ تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے ملنے آرہی ہو لیکن تم مجھے ہی وہاں سے لے آئیں۔"

"تو کیا آپ کو بھی کھو دیتی؟"

"ہاں۔"

"ممی!" پشمینہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ "باپ کے بعد میں آپ کو نہیں کھونا چاہتی لیکن آپ اپنی بیٹی کو ضرور کھو دیں گی۔"

روبینہ حیات اس کا مطلب ہی نہیں سمجھی ہوں گی۔

پشمینہ پھر بولی۔ "اگر آپ نے مجھے گلے نہ لگایا تو..... ابھی تو میرے پاس ریوالور نہیں ہے لیکن گھر پر ہے، چلی جاتی ہوں میں یہاں سے..... گھنٹے بھر کے اندر آپ کو اطلاع مل جائے گی کہ آپ کی بیٹی نے خودکشی کر لی۔"

جواب سنے بغیر پشمینہ تیزی سے مڑی۔ اس کی آنکھوں سے اب آنسو بہہ رہے تھے۔

"پشمینہ!" روبینہ حیات چیخ کر اٹھی۔

پشمینہ ماں کی طرف مڑی لیکن اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھی۔ خود روبینہ حیات نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پشمینہ کی آنکھوں سے بھی آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

قدرے فاصلے پر کھڑی قدسیہ کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY